سید زین العابدین خلیل

ایپیکلچرسٹ (ہند)

(گولڈ مڈلسٹ، دکن)

Printed At Ramakrishna Press Kingsway Secunderabad 300

(۳۰۰۰) مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس قیمت (۶ ؏)

فہرست

بابِ دوم

میں اپنی اِس کتاب "مگس پروری" کو

جنابِ مولوی مرزا محمد علی بیگ صاحب ایم اے (آکسن) ناظم سررشتۂ جنگلات

ممالک محروسہ سرکارِ عالی کے نام سے

اس لیے

کرتا ہوں کہ آپ صنعتِ مگس پروری کی اہمیت اور افادیت سے بخوبی واقف ہیں آپ ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے کہ اس صنعت کا آغاز مملکتِ حیدرآباد میں کیا گیا اور شہد کی مکھیوں کی پرورش نہایت کامیابی سے کی جارہی ہے، نیز اس صنعت کو فروغ دینے کی کوشش بھی جاری ہے فقط

خلیل حیدرآبادی

مفت مشورہ

دفتر تصنیف و تالیف فنِ مگس پروری سے حاصل کیا جا سکتا ہے جواب کے لئے ٹکٹ زدہ لفافہ جس پر اپنا پتہ تحریر کیا جا کر دفتر پر روانہ کیا جائے۔ دفتر کا پتہ ناشر کی سلپ پر درج ہے:-

سید زین العابدین خلیل [ایپیکلچرسٹ (ھند)]
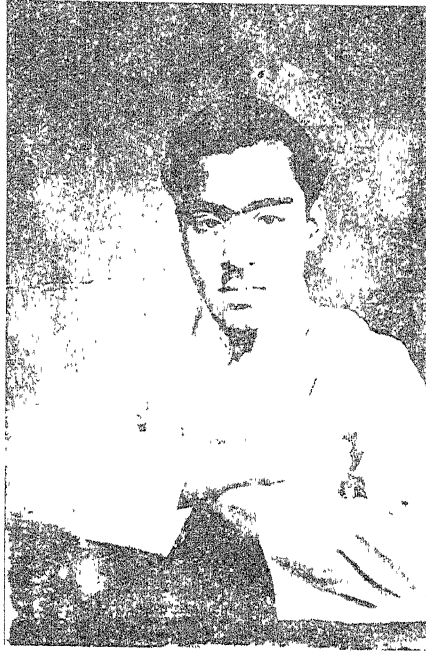
ایک پرورش گاہ کا عکس، زنبوروں کی [illegible] حاصل کر رہا ہے
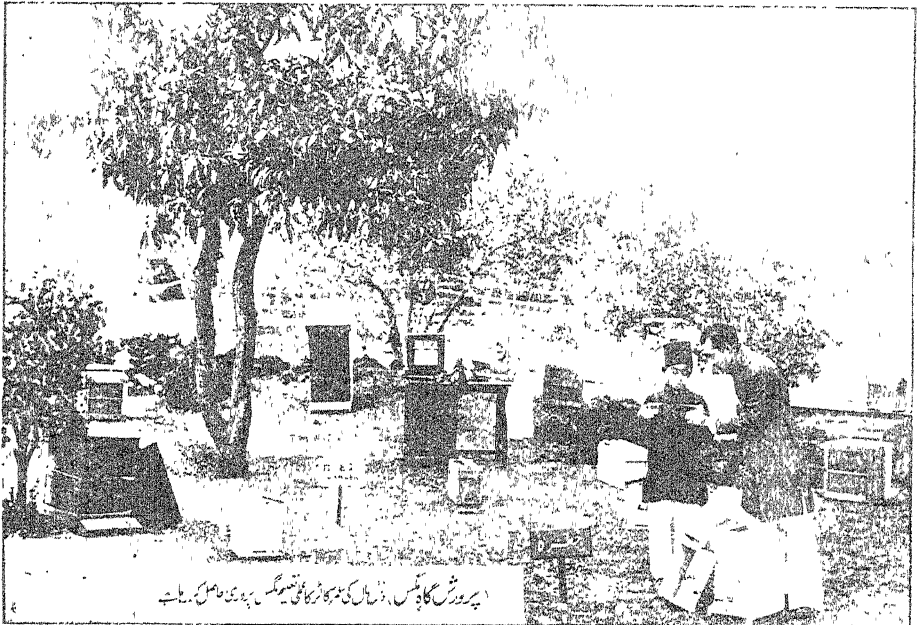
Hyderabad,
Deccan.

1st February 1941.

Dear Mr Khalil,

The honey which you had presented to the Rt. Hon. the President the other day was tasted by him and the other Hon'ble Members of the Executive Council who all very much liked it.

Yours sincerely,

Sd. by. K. M. Ansari.

True Copy

(نقل سند)

ع

سند

معطیہ

مجلس نمائش معاشی کمیٹی طیلسانین عثمانیہ حیدرآباد

بابتہ سنہ ۱۳۵۰ف

میں

شعبہ

مگس پروری

کے متعلق

سید زین العابدین خلیل

کو

طلائی تمغہ کا مستحق قرار دیا گیا

شرح دستخط
معتمد

شرح دستخط
صدر

المرقوم ۲۵ م اسفندار سنہ ۱۳۵۰ف
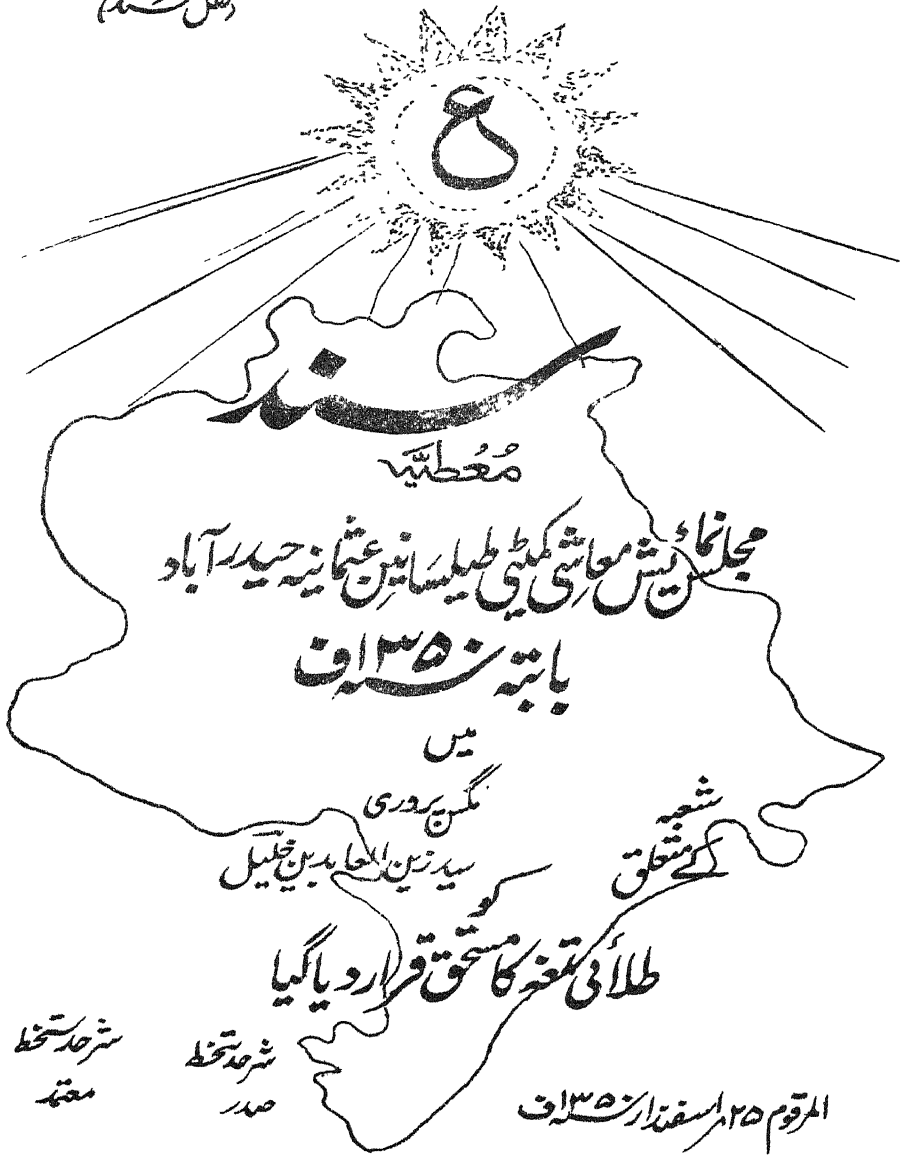
رائے

علامہ رضا حسین صاحب رشید ترابی

میں نے انتہائی مسرت کے ساتھ جناب سید زین العابدین صاحب خلیل کی کتاب "مگس پروری" کے مختلف حصوں کا مطالعہ کیا۔
خوشی اس لئے ہوئی کہ حیدرآباد دکن کے نوجوان اب مختلف صنعتوں کی طرف مائل نظر آرہے ہیں۔
مگس پروری اور شہد کی تیاری کے متعلق جو معلومات اس میں فراہم کئے گئے ہیں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ انسان اپنے ابتدائی دور ہی سے شہد کی طرف مائل ہے۔ اور دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کی غذا ہمیشہ شہد اور بکری کے دودھ سے مرکب رہی ہے۔ آسمانی کتابوں میں بھی شہد کا تذکرہ ہے۔ ایسے زمانہ میں جب اس صنعت سے دوسرے ممالک تجارتی فائدہ اٹھا رہے ہوں اور ان کا تیار کردہ شہد دنیا کے مارکٹ میں بڑی قیمت سے فروخت ہو رہا ہو۔ حیدرآباد دکن میں اس صنعت کے لئے ایک ترغیب اور احساس کا پیدا کروایا جانا قابل مبارک باد ہے۔
قابل مولف کی یہ کوشش نہ صرف عام رعایا کے لئے بلکہ متعلقہ محکمہ جات کے لئے بھی قابل قدر ثابت ہوگی فقط

شرح دستخط۔ مولانا رشید ترابی صاحب

المرقوم ۲۹ رجب سنہ ۱۳۶۱ھ

حیدرآباد دکن

زیرِ نظر کتاب "مگس پروری" مولوی سید زین العابدین صاحب خلیل (اپیکلچرسٹ) کی یہ پہلی جلد فن مگس پروری پر شایع ہو رہی ہے۔ فاضل مصنف نے ریاستِ حیدرآباد دکن میں اس فن پر اردو کی یہ مکمل کتاب پیش کر کے اردو زبان میں ایک جدید باب کا اضافہ کیا ہے اس کتاب کے بابِ اول و بابِ دوم کو نہایت عمدہ ترتیب اور مناسب تفصیل کے ساتھ مختلف عنوانات میں شہد کی مکھیوں کے کام اور کام کرنے کے طریقے پیش کئے گئے ہیں۔

کسی فن پر کتاب لکھنے کا حقیقی مقصد اور مطلب ملک کی ایک بڑی اور اہم ضرورت پوری کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ ریاست حیدرآباد دکن میں اس سے پہلے کسی "ماہر مگس پروری" نے فن پر کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی ہے جس کو ہم مستند اور کارآمد سمجھ سکیں۔ کیوں کہ فن دان کی جنبشِ قلم ہی سے وہ باتیں منظر شہود پر آتی ہیں جن کو غیر فن داں مترجم کی محدود نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں ہیں۔ ع "روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ"

فاضل مصنف چونکہ خود اس فن کے ماہر اور استاد (جن کے زیرِ تلمذ تقریباً تیس طلبا اس فن کی مکمل تعلیم پا چکے ہیں) ہیں اس لئے وہ اپنے علم و فن میں ملکہ رکھتے ہیں اور یہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ کتاب کو مفید اور آسان بنانے کے علاوہ کس طرح دلچسپ بنایا جائے کہ ملک کے افراد اس صنعت پر اپنی توجہ مبذول کر سکیں۔ ان خیالات کے مدِ نظر باب اول میں نہایت تفصیل سے بہت کچھ معلومات بہم پہونچائے گئے ہیں اور ایک معمولی سا اشارہ حکومت سرکار عالی کے ذمہ دار عہدہ داروں کے سمجھنے کیلئے "صنعت مگس پروری کی ترویج میں دیسی ریاستوں اور صوبہ جاتی حکومتوں کی دلچسپی" کے زیرِ عنوان موجود ہے جو تمانیاً بہت کافی ہے"

کتاب مگس پروری کی اصطلاحوں کے متعلق میں نے فاضل مصنف سے بالمشافہ گفتگو کی اور اس موضوع پر بحث کی کہ اس کتاب کی جملہ اصطلاحیں جو فارسی ترکیب پر مشتمل ہیں کسی قدر ثقیل ہیں اور خالص اردو زبان کی کتاب میں فارسی الفاظ کا استعمال اچھا خاصا ایک سقم پایا جاتا ہے۔ اس پر فاضل مصنف نے معنی خیز تبسم کے بعد جواب دیا کہ

"چونکہ طبیعت ان اصطلاحوں کی عادی نہیں ہے اسلئے اس وقت فارسی اصطلاحیں ناگوار معلوم ہورہی ہیں لیکن جب رفتہ رفتہ کانوں کو عادت ہوجائیگی تو یہ ثقل از خود نکل جائیگا چنانچہ مجھے بھی اپنی ابتدائی تعلیم نگس پروری میں "سون پالن" یعنے نگس پروری اور "سون پال" یعنے نگس کا رنیز "برودھ اڑان" وغیرہ جیسے الفاظ حد درجہ غیر مانوس اور بھدے معلوم ہوتے تھے مگر جب اس علم کے اکتساب میں اسی طرح کے سیکڑوں الفاظ کانوں سے ٹکرانے لگے تو طبیعت خود عادی ہوگئی اور میں غیر معمولی طور پر بہت جلد ان اصطلاحوں سے مانوس ہوگیا۔

اور میرے وضع کئے ہوئے الفاظ تقریباً تمام کے تمام غیر مانوس نہیں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ اردو زبان کی تاریخ خود پتہ چلتا ہے کہ یہ زبان دنیا کی مختلف زبانوں سے مرکب ہے۔ غرض یہ ایک طویل گفتگو تھی جس کو یہاں درج کرنا غیر ضروری ہے لیکن ہم اس کتاب میں سب سے بڑی خوبی اور تعریف کے قابل بات یہ سمجھتے ہیں کہ فاضل مصنف نے فن نگس پروری کو ملک میں وسیع پیمانہ پر رائج کرنے کے لئے جو طرز اظہار اختیار کیا ہے باب اول کے مطالعہ سے ناظرین خود اندازہ لگاسکتے ہیں کہ فاضل مصنف کو نگس پروری کے فن اور اس کی ترویج سے کس درجہ دلچسپی ہے۔

اس لئے میرا خیال ہے کہ ملک کے ایسے نوجوان جن میں جذبہ خدمت گزاری بدرجۂ اتم موجود ہے حکومت ان کے علم وفن کی صحیح رہنمائی میں اس کام کا جب ایک مرتبہ آغاز کر چکی ہے تو اس کو بام عروج پر پہونچانے کی کوششوں میں مزید کار آمد اور مفید کتابوں کی تصنیف میں مثل دیگر ریاستوں کے ہمت افزائی سے کام لے تو ملک کے دیگر صنعتی کاروبار کے ساتھ ساتھ نگس پروری کی صنعت میں ایک معتد بہ علمی ذخیرہ فراہم ہوسکیگا۔ اور اس فراہمی کے لئے فاضل مصنف ہی زیادہ کار آمد ثابت ہوسکتے ہیں کیونکہ صاحب موصوف کو دلچسپی ہونے کے علاوہ فی الوقت حیدرآباد میں یہی ایک ماہر نگس کار ہیں جنھوں نے عملی خدمت انجام دی ہے اور آئندہ بھی یہی سلسلہ باقی رہنے کی ان کی ذات سے توقعات ہیں۔

محمد خواجہ فاروقی ۔ حیدرآباد دکن۔

المرقوم ۳ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۱ھ

تعارف

میرے ایک صنعتی و صحافتی دوست مولوی سید زین العابدین صاحب خلیل (ایکسپرٹ دمہار) کا خط معہ مسودہ کتاب "مگس پروری" بتاریخ ۱۸ امرداد ۱۳۵۱ف وصول ہوا جس میں صاحب موصوف نے مجھ سے خواہش فرمائی تھی کہ میں ایک تعارفی نوٹ مرتب کروں لیکن میرے لیئے یہ امر وضاحت طلب تھا کہ آیا "صنعت مگس پروری" کی بابتہ کوئی نوٹ تیار کیا جائے یا یہ کہ اس کتاب کے مصنف کے تعارف کی عزت حاصل کیجائے ابھی یہی سوچ بچار کر رہا تھا کہ دماغ نے ایک تیسری چیز یہ اختراع کی کہ سب سے پہلے "کتاب مگس پروری" کے متعلق کسی قدر وضاحت سے روشنی ڈالنا زیادہ موزوں و مناسب ہوگا اور میرے دوست نے بھی غالباً اسی امر کی خواہش فرمائی ہوگی اس لیئے میں اپنے اس تصور کو لئے ہوئے حسب ذیل سطور سپرد قرطاس کر رہا ہوں اور اس کے بعد صنعت مگس پروری کی حیدرآباد دکن میں ابتدا اور ارتقاع کے متعلق کچھ معلومات بہم پہونچانے کی کوشش کرونگا اور پھر مصنف کا تعارف بھی کرایا جائیگا لیکن میں اپنے اصل مقصد پر آنے سے قبل اپنی علمی استطاعت کی کمی کا اعتراف کرتے ہوئے قارئین اور مصنف کتاب سے درخواست کرتا ہوں کہ میری صحافتی غلطیوں پر چشم پوشی فرمائیں۔ کیونکہ نہ ہی میں تبصرہ کے فن سے واقف ہوں اور نہ اصول تنقید نگاری جانتا ہوں۔ البتہ کتاب مگس پروری کے مطالعہ سے مجھ کو جس قدر معلومات حاصل ہوئے ہیں اس کے متعلق کسی قدر مزید وضاحت سے لکھنے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہو کہ یہ مرتب کردہ نوٹ قارئین کے لئے باعث دلچسپی ہونیکے علاوہ کسی قدر فائدہ بخش بھی ثابت ہو اور ساتھ ساتھ کتاب مگس پروری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی بھی پڑسکے گی۔ اسلئے مجھے اجازت دیجیئے کہ باب اول کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کروں۔

قابل مولف نے اپنی کتاب کے مندرجہ بالا باب میں مگس پروری (Bee-Keeping) کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے جو محاسن ایک جگہ جمع کیا ہے قارئین خود اس کا اندازہ لگاسکتے ہیں کہ کس سعی و کاوش کا نتیجہ ہونگے چنانچہ اسی باب کے پہلے عنوان "مگس پروری" کا پہلا حصہ جس کو انگریزی میں (Grageaphy) کہتے ہیں

جس عمل طریقہ سے شہد کی مکھیوں کی پرورش کی کامیابی کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور پھر فکری و نظری
دلائل کے قطع نظر عملی تحقیق کر کے مگس پروری کو حیدرآباد میں وسیع پیمانے پر رائج کرنے کے لئے جو انداز اظہار
اختیار کیا ہے تعریف کا اس لئے محتاج نہیں ہے کہ یہ حصہ بجائے خود ایک مکمل تعریف ہے اور اسی باب کے
دیگر عنوانات (مگس پروری ایک مشغلہ کی حیثیت سے) اور (مگس پروری اور نفع اندوزی) کے تحت اس صنعت
کی تشہیر کے لئے جن بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھ کر لکھا گیا ہے ہر طرح لائق ستائش ہے ۔

ان متذکرہ بالا عنوانات کے علاوہ مختلف عنوانات کے تحت مولف نے ہر اصول کو مکمل وضاحت سے تحریر
کیا ہے لیکن ایک عنوان جو میرے لئے خاص طور پر جاذب توجہ بنا ۔ (مگس پروری کی ترویج میں دیسی ریاستوں اور
صوبہ جاتی حکومتوں کی دلچسپی) تھا میں نے اس عنوان کے نیچے کی پوری تشریح کا نہایت دلچسپی سے مطالعہ کیا
اس فن کی اشاعت و ترقی کے سلسلہ میں صوبہ وار ان کاموں کی بابتہ قابل مولف نے جن معلومات کا تذکرہ
کیا ہے اس میں بتلایا گیا ہے کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جہاں مگس پروری بڑے یا چھوٹے پیمانہ پر
کی جا رہی ہے وہاں اس فن سے متعلق ماہوار رسالہ شائع ہو رہے ہیں یہاں تک کہ "تلنگی" زبان میں بھی
ماہوار رسالہ کی اشاعت عمل میں لائی جا رہی ہے اور تقریباً ہندوستان کی مختلف زبانوں میں اس فن کی کتابوں
کی تصنیف و تالیف کا معقول انتظام بھی ہے ۔

مندرجہ واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے کہ ریاست حیدرآباد دکن
میں باوجود مگس پروری کا انتظام کئے جانے کے پھر بھی کوئی کتاب یا کوئی رسالہ اس فن سے متعلق ہو یہاں شائع
نہیں ہوتا ہے لیکن مولوی سید زین العابدین صاحب نے حیدرآباد میں اس فن کی کتاب لکھنے کا پہلا اقدام
(پہلا اقدام سے میرا مطلب ہے کہ ماہر فن کی یہاں یہ پہلی کتاب ہے جو ہر نوعیت اور ہر لحاظ سے اردو
کی پہلی کتاب ہے) کیا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ ہی ملک کی اس کمی کو محسوس کریں گے اور ملکی
زبان میں مگس پروری کے رسالہ کی اشاعت کو قابل توجہ سمجھ کر اس فن کی جہاں کتاب مگس پروری کی شکل میں
خدمت کی ہے وہاں رسالہ کی اشاعت شروع کر کے حقیقی خدمت انجام دینے کی سعی فرمائیں گے میں صاحب موصوف
کی گوناگوں مصروفیتوں کا معترف ہوں پھر بھی آپ سے اس خصوص میں پر زور اپیل کروں گا کہ آپ ماہواری رسالہ

نہ سہی کم از کم سہ ماہی رسالہ کی اشاعت پر اپنی فنی قابلیت کو مبذول فرمائیں تاکہ ملک کے صنعتی دور میں اس فن سے ایک جدید باب کا اضافہ ہو سکے۔

تاریخ داں اور قابل طبقہ اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ اردو زبان دلی اور لکھنؤ سے نکلکر ریاست حیدرآباد میں اعلیٰحضرت بندگانعالی کے سایہ عاطفت میں پل کر جوان (ترقی پائی ہے) ہوئی ہے۔ اور یہاں کی جامعۂ عثمانیہ میں اس زبان میں سائنس کی سیکڑوں کتابیں موجود ہیں چنانچہ ان واقعات اور اہمیتوں کا لحاظ کرتے اگر قابل مؤلف کتاب مگس پروری اپنے اسی سلسلہ تصنیف و تالیف کو جاری رکھنے کی کوشش کریں تو بلا لیس و پیش میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حیدرآباد دکن جو اس وقت صنعت مگس پروری میں ہندوستان کی دوسری دیسی ریاستوں کے مقابلہ میں سب سے پیچھے ہے مستقبل قریب میں کورگ وغیرہ جیسی دوسری دیسی ریاستوں کے مقابلہ میں صنعت مگس پروری کے سلسلہ میں اپنی قدیم روایتی برتری باقی رکھ سکتا ہے (لیکن بقول مؤلف کہ دیکھا ہم یقین محکم اور عمل پیہم" رکھنے والے افراد [illegible] توجہ ہے)

باب دوم کے متعلق اس کتاب کے باب دوم میں جو نظری حد تک کے معلومات بتلائے گئے ہیں فن مگس پروری کا ایک گرانمایہ سرمایہ ہے اس حصہ میں شہد کی مکھیوں کے اقسام سے لیکر شہد کے استعمال اور فوائد تک نہایت تفصیل سے درج کئے گئے ہیں یہ باب ایک ناواقف شخص کو مکھیوں کی عملی و نظری تعلیم مگس پروری حاصل کرنے [illegible] پہونچا سکتا ہے۔

مکھیوں کی اقسام کے بعد ان کی عادتوں اور خصلتوں پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور پھر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ کس قسم کی مکھی کہاں پائی جاتی ہے اور ہر نوع کی مکھی کے شہد اور حصول کے طریقوں کو نہایت وضاحت سے درج کیا گیا ہے ساتھ ساتھ پالتو اور غیر پالتو مکھیوں کے علیحدہ علیحدہ نام اور ان کی پرورش کے مختصر اصول کے متعلق نہایت اچھا اصول تفہیم اختیا کیا گیا ہے

اس باب کی فنی دو اہم خصوصیات یہ ہیں کہ مگس گھر کے معائنہ کے جدید قسم کے تختہ جات قابل مولف نے مرتب کیا ہے جس سے اس فن میں ایک نئے باب کا اضافہ پایا جاتا ہے البتہ مکھیوں کے مفوضہ کاموں کی نسبت بہت سے مگس کاروں نے مختلف طرح کے حالات اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے لیکن اس کتاب میں ہندوستان کے قدیم اور جدید اصول مگس پروری کا جو تقابل کیا گیا ہے اس سے مولف کی وسیع علمیت اور گہرے مطالعہ کے علاوہ اس فن سے از حد دلچسپی رکھنے کا پتہ چلتا ہے

صنعت مگس پروری حیدرآباد یوں کیلئے آج تین سال سے کوئی نئی چیز نہیں ہے البتہ ۱۳۴۹ف سے قبل شہد کی مکھیوں کی پرورش سے یہاں کے لوگ قطعی طور پر ناواقف تھے ممکن ہے کہ یہ فن کتابوں میں یہاں کے مدرسوں اور کتبخانوں کی الماریوں کے اندر

دباٹرا ہو۔ (مجھے اسکی بھی امید نہیں ہے) یا معدودے چند قابل گروہ بھی دولتمند حضرات بیرون حیدرآباد کی پرورش گاہیں (Aphinaeaes.) دیکھتے ہوں تو دیکھ بھی لئے ہونگے لیکن عام طور پر یہاں کی پبلک اس صنعت سے ناآشنائے محض بھی۔ مگر اس صنعت کی ابتدائی بیداری سنہ ١٣٤٩ف میں مقامی اخبارات کے ذریعہ کرائی گئی اور اس صنعت کے متعلق یہاں سب سے پہلے جو مضمون شائع ہوا اسی قابل مولف کا مرہون منت ہے اس کے بعد ...... نے ...... آتاری یعنے مقامی اخبارات میں دو ایک اور بھی مضامین شائع ہوئے۔

سنہ ١٣٤٩ف ہی میں اس صنعت کی شہرت صحافتی دنیا سے نکلی اور عملی طور پر نمائش مصنوعات ملکی جو باغ عامہ میں منعقد ہوئی تھی شہد کی مکھیوں کا مظاہرہ کیا گیا اور ان کی پرورش کو نہایت معمولی طریقہ سے دکھلایا گیا تھا لیکن سنہ ١٣٥٠ف میں اسی نمائش کے حلقہ مظاہرات میں سررشتہ جنگلات کی جانب سے علحدہ اسٹال مگس پروری قائم کیا گیا تھا۔ جس کے انچارج افسر مولوی سید زین العابدین صاحب خلیل تھے۔ چنانچہ اس اسٹال کی دیگر اہمیتوں کے قطع نظر ہر حیثیت سے وہ اسٹال جاذب نظر اور قابل توجہ تھا۔

یہاں اسٹال کی دو ایک خوبیاں بھی بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہم دیکھ رہے تھے کہ اس اسٹال میں اس کتاب کے مولف نہایت دلچسپی اور تن دہی سے اس فن کی تفہیم میں مصروف کار تھے صاحب ممدوح کی اس دلچسپی کا یہ دوسرا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے کتاب مگس پروری کی شکل میں نظر آرہا ہے۔ صاحب موصوف نے جس محنت اور کوشش سے اس کتاب کی تصنیف کی ہے بہر طور قابل ستائش اور ہر طرح قابل مبارکباد ہے۔ خدا ان کے اس قومی اور ملکی صنعتی خدمت کا صلہ ان کی مرضی کے موافق عطا فرمائے۔ (آمین)

ایس، ایم حسین عابدی

اورنگ آباد دکن

المرقوم ٢٥ امرداد سنہ ١٣٥١ف

دیباچہ

ملک کی اہم صنعتی اور معاشی ترقیوں کا لحاظ کرتے کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندستان دیسی صنعتی ترقیوں کے میدان میں ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے جس طرح تہذیب و تمدن کے سانچے تبدیل کئے جا رہے ہیں اسی طرح ہماری قدیم صنعتوں کے روایتی جمود کو توڑ کر ترقی کی جانب حرکت دی جا رہی ہے۔ چنانچہ اسی سعی و کاوش کا پرتو "دیہی تنظیم" و معاشی نظم (Economic planing) کی اہم تحریکوں میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ ان دونوں کی افادیت اور اہمیت کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے دیہی تنظیم میں سب سے زیادہ زور مقروض اور افلاس زدہ دیہاتیوں کیلئے ذرایع معیشت فراہم کرنے پر دیا جاتا ہے۔ جسکی تکمیل محض گھریلو صنعتوں کی ترویج اور ترقی پر منحصر ہوتی ہے۔ دوسری تحریک یعنی "معاشی نظم ملک کے عام افلاس اور قومی آمدنی کے ازدیاد کے لئے ناگزیر ہے۔ جس کا ارتقاع اور مقصود کلیدی دوسری اہم صنعتوں کو وسیع انداز پر جاری کرنا ہے۔

شہد کی مکھیوں کی پرورش کی اہمیت اور افادیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ صنعت ان دونوں تحریکوں میں مشترک حیثیت رکھتی ہے کیونکہ شہد کی مکھیوں کی پرورش کو دیہات میں تو گھریلو صنعت کی حیثیت سے اور مرکزی مقامات پر بہ پیمانۂ کبیر رواج دیا جا سکتا ہے۔ یہ صنعت صغیر و کبیر ہر دو پیمانوں پر نہایت کامیابی کے ساتھ چل سکتی ہے۔ لہذا اسکو دیہی تنظیم اور معاشی نظم میں نہایت ارفع و اعلیٰ مقام ملنا چاہیئے۔

یہی وجہ ہے کہ مگس پروری کو ساری دنیا میں ترقی حاصل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ صنعت آج سے ہزار برس پہلے ہندوستان کی مشہور صنعتوں میں داخل تھی۔ یہاں کی آب و ہوا زراعتی ملک ہونے کے اعتبار سے مکھیوں کی پرورش کے لئے حد درجہ ممد و معاون ہے اور یہ

ایک امر واقعہ ہے کہ شہد کی مکھیوں کا مبداء ہونے کا فخر ہندوستان ہی کو حاصل ہے۔ چنانچہ جنوبی ہند میں اب بھی بعض ایسے قدیم منادر پائے جاتے ہیں۔ جن کے در و دیوار کے نقوش میں مکھیوں کو پھولوں سے مٹھاس لیتے ہوئے اور اُن پر چھپکلیوں کو حملہ کرتے ہوئے حسن کارانہ انداز میں بتلایا گیا ہے۔

اس فن کی مختلف کتابوں اور متعدد رسالوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے علاقوں میں ہندوستان سے شہد کی مکھیاں لیجا کر اس فن کی تحقیق و جستجو کی گئی۔ اور رفتہ رفتہ مگس پروری کو نہایت وسیع پیمانہ پر ترقی دی گئی (مزید حالات اس کتاب کے اندرونی صفحات میں درج کیے گئے ہیں) ورنہ وہاں کے لوگ شہد کی مکھیوں اور ان کی پرورش کے فن سے اسی طرح ناآشنائے محض تھے جس طرح کہ آج سے چند برس پہلے حیدرآباد تھا۔ غرض ہمارے ملک کی یہ قدیم صنعت ہندوستان میں تقریباً معدوم ہو کر یورپ میں بام عروج پر پہونچ رہی تھی کہ خوابیدہ ہندوستان نے ایک مرتبہ صبح سویرے آنکھ کھولی اور اس سویرے میں جو پہلی چیز نظر آئی وہ ہماری قدیم روایتی صنعت مگس پروری تھی۔ چنانچہ یہاں بھی اس فن کی قدامت اور تجدد میں کشمکش ہونے لگی اور رفتہ رفتہ اُن مٹے ہوئے نقوش کو اُبھارا جانے لگا۔ جس کی مثال کو میں ایک ادنیٰ نمونہ کی حیثیت سے یہاں پیش کر سکتا ہوں کہ مگس پروری ہندوستان میں دن دونی اور رات چوگنی مقبولیت حاصل کرتی جا رہی ہے۔ اور جہاں کہیں بھی اس کی ترویج کی کوششیں کیجا رہی ہیں وہاں حکومت اور عوام کیطرف سے پوری پوری سرپرستی حاصل ہے۔ یہ صنعت مختلف حیثیتوں سے جاذب توجہ ہے۔ نفع بخش صنعت کی حیثیت سے دوسرے کاروبار کے ساتھ ایک چھوٹے ملحقہ کاروبار کی حیثیت سے اور پھر محض شوق کے طور پر اس صنعت کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

یورپ اور امریکہ کے بعض ممالک شہد کے کاروبار سے کافی آمدنی پیدا کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں اس صنعت کے پھلنے اور پھولنے کے امکانات اس وجہ سے اور بھی زیادہ

ہیں کہ یہاں شہد کی پیداوار ہماری ضرورتوں کا لحاظ کرتے بالکل ناکافی ہے۔ اس لئے یورپ سے ہر سال تین کرور روپیہ کا شہد درآمد کیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں قومی اور سیاسی تحریک میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو بیرونی تجارتی لوٹ کھسوٹ کے خلاف ایک حربہ کی حیثیت سے استعمال کیا جا رہا ہے اور ہندوستان کی ایک بڑی سیاسی جماعت "آل انڈیا نیشنل کانگریس" نے گھریلو صنعتوں کی ترویج کو اپنا نصب العین بنا لیا ہے اس نقطہ نظر سے مگس پروری سب سے زیادہ منفعت بخش گھریلو صنعت ہے جس کو معمولی سیاسی و معاشی شعور رکھنے والا انسان خاص اہمیت دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قوم کی بڑی بدبختی ہے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے رہنما صرف کھادی کی صنعت پر ضرورت سے زیادہ توجہ مبذول کرکے دوسری اہم صنعتوں سے بے اعتنائی برت رہے ہیں اگر یہی لوگ اس یکجہتی توجہ کو وسیع کرکے کھادی کے ساتھ ساتھ دوسری چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو بھی مساوی توجہ کا مستحق سمجھیں اور مگس پروری کو بھی اس کا حقیقی مقام دیں تو ملک و قوم کی معاشی اصلاح کا بہت بڑا سبب بنیگا۔ اور ان کے تعمیری پروگرام کا قوم کے لئے ایک بہت بڑا تعمیری کام ہوگا۔

خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کی دیسی ریاستیں بھی مگس پروری کی صنعت میں کافی حصہ لے رہی ہیں جس میں ریاست کورگ سب میں پیش پیش ہے۔ یہاں مگس کاروں کی ایک سوسائٹی قایم ہے جو مگس پروری کو ترقی دے رہی ہے اور جسے حکومت کی پوری پوری سرپرستی حاصل ہے چنانچہ حال ہی میں کورگ کی حکومت کی طرف سے اس سوسائٹی کو صرف عمارت بنانے اور ضروری سامان خریدنے کیلئے چھ ہزار روپیوں کا گرانقدر عطیہ بھی دیا گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں وہاں کے وطن پرست سوامی سنبھوانند جی کی گرانبہا خدمات ہر حیثیت سے قابل ستایش ہیں۔ سوامی جی نے مگس پروری کی اہمیت و افادیت کے مدنظر اس صنعت کی ترویج میں کوشش بلیغ کی ہے۔ وہاں کے معمولی

کسانوں کے کھیتوں میں مگس گھر کا پایا جانا ان کی خدمات کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔

حیدر آبادی وطن پرستوں کے لئے بھی یقیناً یہ امر موجب مسرت ہوگا کہ یہاں بھی فن مگس پروری کو سائنسی بنیاد پر رواج دینے کی کوشش کیجا رہی ہے چنانچہ راقم الحروف نے خدمت وطن کے جس تصور کو سامنے رکھ کر اپنے ذاتی صرفہ سے بیرون حیدر آباد جاکر باقاعدہ اس علم و فن کا اکتساب کیا ہے اس کا اولین تقاضہ یہی ہے کہ اپنے ہموطنوں میں زیادہ سے زیادہ مگس پروری کو مقبول بناؤں۔ چنانچہ بڑے پیمانے پر اس سلسلہ کی پہلی کوشش زیر نظر کتابچہ ہے جس میں اس فن کے تمام پہلوؤں کے متعلق مختصر معلومات جمع کر دیئے گئے ہیں۔

اس حیثیت سے یقیناً اس کتابچہ کو اولیت کا شرف حاصل ہے کیونکہ یہ کسی انگریزی زبان یا کسی مضمون کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ راقم الحروف کے آزادانہ مطالعہ و مشاہدہ کا ایک ہلکا سا عکس ہے اگر میری اس کوشش کو مثل ہندوستانی دوسری چھوٹی بڑی دیسی ریاستوں کے حکومت حیدر آباد اور ابنائے وطن شرف قبولیت بخشیں تو اس سے بھی زیادہ شرح و بسط کے ساتھ اس سلسلہ کی دوسری کڑی (کڑیاں) "مگس گھر کی کہانی مختلف ماہرونکی زبانی" کو دوسری کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

نوٹ "مگس گھر کی کہانی مختلف ماہرونکی زبانی" جو کتاب زیر تصنیف ہے۔ اس کے کئی حصے تکمیل پا چکے ہیں۔ فقط

زیڈ۔ اے۔ خلیل حیدرآبادی

بابِ اوّل

مگس پروری

مملکتِ آصفیہ سرکارِ عالی (حیدرآباد دکن) میں شہد کی مکھیوں کی پرورش کے متعلق متعدد حضرات نے مجھ سے گفتگو کی ہے جن میں تقریباً نوے فی صد ایک ہی مکتب خیال کے لوگ پائے گئے جن کا خیال تھا اور ہے کہ حیدرآباد کی آب وہوا شہد کی مکھیوں کی پرورش کیلئے قطعی طور پر ناموافق ہے۔ لیکن میں نے کبھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے یہ دلیل پیش کی کہ یہاں کے اضلاع سے جب شہد دستیاب ہوتا ہے تو اس کے یہی لازمی معنے ہو سکتے ہیں کہ یہاں شہد کی مکھیاں موجود ہیں اور جب ایکمرتبہ ان مکھیوں کے وجود کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ لازمی طور پر ماننا ہی پڑے گا کہ حیدرآباد دکن کی آب وہوا مکھیوں کی پرورش کے لئے سازگار ہے۔

چونکہ میری یہ دلیل صرف نظری وفکری حیثیت رکھتی تھی اس لئے میں نے اس سلسلہ میں عملی تحقیق شروع کی اور مجھ کو اپنے سہ سالہ تجربہ میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حیدرآباد کے کسی حصہ میں بھی شہد کی مکھیوں کی پرورش اگر مالی منفعت یا دلچسپی کی غرض سے کیجائے تو نہایت کامیابی کے ساتھ کیجا سکتی ہے۔ لیکن اس فرق کے ساتھ کہ مکھیوں کی پرورش کرنے والا محلِ وقوع کی موزونیت کے مطابق کم وبیش فائدہ اُٹھائے گا۔

چنانچہ آب وہوا کے لحاظ سے یہاں بھی ایسے تین موسم پائے جاتے ہیں کہ شہد کی مکھیوں کے "جنگلی جھنڈ" (wild colonies) ایک مقام سے دوسرے مقام کو

منتقل ہونا شروع کرتے ہیں اور یہی وہ زمانہ ہوتا ہے کہ ان کی نو آبادیاں (colonies) آسانی سے پکڑ کر جدید طرز کے "مگس گھر" (Bee-Hive) میں منتقل کرسکتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ [illegible] پیداوار حاصل ہوسکتا ہے۔

مگس پروری ایک مشغلہ کی حیثیت سے

مگس پروری (Bee Keeping) کو مشغلہ یا شوق کے طور پر اختیار کرسکتے ہیں ایسی صورت میں شہد کی آبادیوں میں شہد کی مکھیاں جدید طرز کے مگس گھر میں پالی جاسکتی ہیں لیکن ان کی نو آبادیوں سے بھرے ہوئے مگس گھر مکان یا باغ کے ایسے محفوظ حصہ میں رکھے جائیں جہاں بچوں اور ملازمین کی آمد و رفت عام طور پر نہ ہوتی ہو کیوں کہ مکھیاں اپنے "چھتوں" (Combs) میں مصروف و مشغول ہونے کے علاوہ وہ اپنی نو آبادی کی حفاظت کی غرض سے مگس گھر کے اطراف اُڑتی رہتی ہیں اور کبھی کبھی خوشگوار اوقات میں "دوپہری پرواز" (Midday Flight) بھی کرتی ہیں۔

ایسے موقعوں پر انسانوں یا جانوروں کی آمد و رفت ان کے لئے مداخلت کا باعث ہوتی ہے اس لئے وہ فطری طور پر "ڈنک مارنے" (To sting) جھپٹ پڑتی ہیں۔ اس لئے کسی حادثہ کے واقع ہونے سے پہلے ہی اگر "مگس کار" (Bee-Keepers) ضروری حفاظتی تدابیر اختیار کریں تو زیادہ مناسب ہے ورنہ ان ہی چھوٹی مکھیوں سے بعض وقت جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

مگس پروری اور نفع اندوزی

مکھیوں کی پرورش اگر نفع حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کرنا مقصود ہو تو "پرورش گاہِ مگس" (Apiary) کے قیام کے لئے ایسے علاقہ کا انتخاب کیا جائے جہاں کم از کم

۲۵ مربع میل زمین پر کاشت کی جاتی ہے اور اس کاشت کا دارومدار صرف بارش ہی پر نہ رہے بلکہ اس علاقہ کی زراعت کے لئے بڑے تالابوں اور نہروں کے ذریعہ آبرسانی کا معقول انتظام ہو اس کے علاوہ پرورش گاہ کے اطراف و اکناف میں پھولوں اور میوؤں کے باغات ہوں تو اور بھی بہتر ہے۔

اس غرض کے مدنظر میری گذشتہ دو ماہ کی تحقیقات میں "ضلع نظام آباد" بہت زیادہ زرخیز علاقہ پایا گیا۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس ضلع میں "نظام ساگر" اور "علی ساگر" جیسے دو بڑے بڑے تالاب موجود ہیں جن سے اس ضلع کی زراعت کی آبرسانی میں بڑی حد تک مدد لیجاتی ہے اور تقریباً ہر فصل میں یہاں کاشت بھی ہوتی ہے۔

ابتدائی ہدایتیں

مگس پروری کے آغاز سے پہلے اس فن کی متعدد کتابوں اور مختلف رسالوں کا وسیع مطالعہ مگس کار کے لئے نہایت درجہ ضروری ہے اور اگر ممکن ہو تو نظری معلومات کے علاوہ کسی مگس کار سے عملی طریقہ مگس پروری کی تعلیم بھی حاصل کیجائے کیوں کہ ہر وہ شخص جو کتابیں پڑھ سکتا ہے اس کا علم صرف نظری حد تک رہیگا لیکن عملی کام تو باقاعدہ سیکھنا ہی پڑتا ہے۔ اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح کسی عمدہ نجار کو مہینوں کام کرتا دیکھتے رہنے سے دیکھنے والا خود کوئی نجار نہیں بن سکتا بالکل اسی طرح محض کتابوں اور رسالوں کے مطالعہ سے مگس پروری کے عملی کاموں پر عبور حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

آلات و سامان کی فراہمی

حیدرآباد اور ہندوستان کے جملہ مگس کاروں کیلئے سامان و آلات کی فراہمی کا سوال ایک ہی قسم کی اہمیت رکھتا ہے۔ مگس پروری کی ابتدا کرنیوالوں کو کسی مقام پر بھی

پر وقت سامان کی سربراہی نہیں ہوسکتی ہے کیوں کہ یہاں اتنی تعداد میں ایسے کارخانے نہیں ہیں جہاں مگس پروری کا ضروری سامان ان کے گوداموں میں موجود ہو اور کارخانے بھی موجود ہیں تو وہ صرف فرمایش ہی پر ان اشیاء کی تیاری کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہیں جس قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہی لوگ بہتر جانتے ہیں بہر کیف وقت پر سامان کی سربراہی کے بہت کم امکانات ہیں اس لئے مکھیوں کی پرورش کی ابتدا سے بہت پہلے ہی اُن ضروری اشیاء کو فراہم کرلینا نہایت ضروری ہے۔

وہ لوگ جو مشغلہ کے طور پر مکھیوں کی پرورش کرتے ہیں عام طور پر اعلیٰ درجہ کا سامان مہیا کرتے ہیں اور وسیع پیمانے پر پرورش گاہ مگس قایم کرنے والے اشخاص فطری طور پر ادنیٰ درجہ کے آلات خریدتے ہیں لیکن یہ طریقہ بالکل غلط ہے مجھ کو اسوقت اس کی تفصیل لکھنا منظور نہیں ہے البتہ یوں سمجھا جا سکتا ہے " ارزاں بعلت گراں بہ حکمت" پس ہر دو خیال کے مدنظر مگس کار اعلیٰ درجہ کا سامان خریدیں تو مناسب ہے۔

مکھیوں کی فراہمی

سامان کی فراہمی کے بعد مکھیوں کی نوآبادیوں کی فراہمی کا سوال باقی رہجاتا ہے ان کی نوآبادیاں مختلف ذرایع سے حاصل کیجا سکتی ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ تجارت پیشہ مگس کاروں سے اگر فرمایش کیجائے تو وہ لوگ پالتو مکھیوں کو فراہم کردیتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں سے مکھیاں خریدی جائیں تو رقم بہت زیادہ صرف کرنی ہوگی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سرکاری پرورش گاہوں سے ایسی نوآبادیاں حاصل کیجا سکتی ہیں۔ مگر ہر دو طریقوں میں سب سے بہتر اصول تو یہ ہے کہ خود مگس کار مقامی علاقہ میں گشت کرکے ان کی جنگلی نوآبادیاں فراہم کریں اور موجودہ جدید طرز کے مگس گھر میں ان مکھیوں کو منتقل کرلیں۔ چنانچہ یہی سب سے زیادہ منفعت بخش اور آسان طریقہ کار ہے

مکھیوں کے زہر سے علاج

مکھیوں کے "ڈنک" (Sting) میں ایک پیلے رنگ کی تھیلی رہتی ہے جو انگریزی میں (Poison Bag) کہلاتی ہے اس تھیلی میں ایک قسم کا زہر بھرا رہتا ہے۔ چنانچہ یہ زہر انسانوں کے لئے فائدہ مند بھی ہے اور نقصان دہ بھی ہے (دوسری تفصیلات سوال و جواب میں درج کیگئی ہیں) عام طور پر ان مکھیوں کے زہر سے جوڑوں کا درد اور فالج کے مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ مگس پروری کی تعلیم کے دوران میں مجھ کو اس مرض کے علاج کا عملی مشاہدہ ہوا اور خود میں نے گٹھیا کے مریضوں کے متاثرہ حصوں پر موسم سرما میں ان کی خواہش کے مطابق دس یا پانچ مکھیوں سے نیش زنی کرائی اور کچھ دنوں کے بعد مریضوں نے بیان کیا کہ اس عمل سے اُن کی تکلیف میں کمی ہوگئی ہے۔

مگس پروری اور زراعت

حال ہی میں امریکہ کے ایک ماہر مگس کار مسٹر ایف۔ بی پوڈک نے تحقیق کی ہے کہ شہد کی مکھیوں کی پرورش سے شہد حاصل ہونے کے علاوہ کاشت میں (۱۴۰) گُنا زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے لیکن جب ہندوستان میں اس امر کی تحقیق کیگئی تو معلوم ہوا کہ امریکہ اور دیگر یورپی علاقوں کے مقابلہ میں مکھیوں کی پرورش سے یہاں کی کاشت میں پچاس فیصد فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے ایک ممتاز مگس کار پنڈت راجیندر ناتھ مُٹو تحریر کرتے ہیں کہ اُنھوں نے " پرورش گاہِ مگس ایک سرکاری مزرعہ میں قایم کی جہاں کی ہر فصل کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے" چنانچہ "مکھیوں کی پرورش سے قبل یہاں کی اسٹرابریز کی فصل سنہ ۳۸-۱۹۳۷ء میں (۴۰۸) پونڈ فی ایکڑ تھی" اور

"مکھیوں کی پرورش کرنے کے بعد اسٹرابریز کی فصل ۳۹-۱۹۳۸ء میں (۱۲۵۵) پونڈ

فی ایکڑ ہوئی۔ یہاں اسٹرابریز آٹھ آنے سے لیکر بارہ آنے کے نرخ پر فروخت ہوتی ہے۔ اگر اسطرح اوسط نرخ دس آنے فی پونڈ مان لیا جائے تو یہ ماننا ہی پڑے گا کہ کسان کو فی ایکڑ ایک سو اسٹھ روپیہ چھ آنے کا آمدنی میں اضافہ ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں پنڈت جی نے اپنے محیر العقول کامیابی کی مسرت میں آگے چلکر تحریر کیا ہے کہ "مکھیوں کی پرورش کا پہلا مقصد پھلوں کی نسل سدھارنا اور دوسرا مقصد شہد حاصل کرنا ہونا چاہیئے" لیکن میں پنڈت جی کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں۔ پھر بھی اس کامیابی پر اپنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ انھوں نے جس محنت اور جس خلوص دل و نیک نیتی سے اپنے صوبہ میں اس فن اور صنعت کی خدمت کی ہے اور کر رہے ہیں نہ صرف صوبہ کی حد تک بلکہ ہندوستان بھر کے لئے ایک ناقابل فراموش یادگار ہے۔

یورپی علاقوں میں مگس پروری کے اعداد و شمار

جب امریکہ میں مگس پروری کا آغاز کیا گیا تو وہاں کی ایک نو آبادی سے کم و بیش دس پونڈ کی مقدار میں شہد دستیاب ہوتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس صنعت کی ارتقاع اور نئی نئی ایجادات و تحقیقات کی بدولت جو حیرت انگیز ترقی نصیب ہوئی ہے محتاج بیان نہیں ہے۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ امریکہ کے ایک لاکھ پچاس ہزار اور جرمنی کے ایک لاکھ اسی ہزار باشندے اس صنعت کے ذریعہ نہ صرف پرورش پا رہے ہیں بلکہ مالا مال بھی ہو گئے ہیں اور اب وہاں کی ایک ایک نو آبادی سے چھ سو سے لیکر آٹھ سو پونڈ کی مقدار میں شہد دستیاب ہونیلگا ہے۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے میں نے اس سلسلہ میں مقامی اخبارات کے ذریعہ متعدد بار یہ بتلایا ہے کہ امریکہ اور دیگر یورپی علاقوں کی مکھیوں کو کوئی سرخاب کے پر نہیں ہوتے ہیں اگر ہم بھی یہاں کی مکھیوں کے ساتھ وہی طرز عمل روا رکھیں اور ویسی ہی سہولتیں بہم پہونچائیں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں بھی وہاں سے زیادہ شاندار نتائج

ظہور پذیر ہو سکتے ہیں (لیکن یہ کام "یقین محکم عمل پیہم" رکھنے والے افراد کا محتاج توجہ ہے) چنانچہ میرے اس بیان کی تصدیق پنڈت راجندر ناتھ مٹو کی مندرجہ تحقیقات سے ہو سکتی ہے کہ انھوں نے کاشت کی حد تک جو تحقیق کی ہے یورپ سے کہیں زیادہ سود مند ثابت ہوئی ہے۔

صنعتِ مگس پروری کی ترویج میں دیسی ریاستوں اور صوبجاتی حکومتوں کی دلچسپی

آجکل ہندوستان میں اس صنعت کی ترویج اور فنِ مگس پروری کی اشاعت کے سلسلہ میں جو سعی کیجا رہی ہے اُس کے متعلق زیادہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ البتہ اُن علاقوں کے ناموں اور کاموں کے متعلق کچھ معلومات بہم پہونچائے جائیں تو قارئین کے لئے موجبِ دلچسپی ہوگا۔

صوبۂ پنجاب میں اس صنعت کی ترویج اور تحقیق کے سلسلہ میں تین مراکز قایم ہیں جہاں مکھیوں کی پرورش کی عملی تعلیم دیجاتی ہے اور شوقین لوگوں کو فن سے متعلق ضروری معلومات بہم پہونچائے جاتے ہیں۔ ایک ماہوار رسالہ انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو شایع ہوتا ہے۔ یہ صنعت وہاں کے مستند مگس کاروں کے ذریعہ چلائی جا رہی ہے۔

صوبۂ متحدہ ہند میں یوں تو کئی مراکز قایم ہیں لیکن "بھوپن اپیریز" اور "تلواری اپیری" قابلِ ذکر ہیں۔ بھوپن اپیریز ہندوستان کے ایک مشہور ماہر مگس کار کی زیر نگرانی چل رہی ہے اور تلواری اپیری بھوپن اپیریز کے مالک کے شاگرد مسٹر آر۔ سی تلوار کی نگرانی میں قایم ہے۔ اس صوبہ میں مگس پروری کی صنعت کی بڑی خوش بختی یہ ہے کہ وہاں کے راجہ و پرجا دونوں اس فن سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور انگریزی زبان میں ایک ماہوار رسالہ موسومہ

"انڈین بی۔ جرنل" ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو شایع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں پر ایک انجمن بھی قایم ہے۔ جس کا نام (آل انڈیا۔ بی۔ کیپرس۔ اسوسیشن) ہے۔

آسام۔ یہاں متعدد مراکز مگس پروری قایم ہیں جن میں خصوصیت سے کانسی اور جنیتا کے علاقوں کی پرورش گاہیں قابل ذکر ہیں۔ یہ صنعت وہاں کی گھریلو صنعت میں داخل ہے ایک ماہوار رسالہ انگریزی زبان میں شایع ہوتا ہے۔

صوبہ بمبئی کے مہابلشور (ضلع ستارہ) اور کھڑکی میں یہ صنعت حال ہی میں قایم کی گئی ہے۔ سُنا جاتا ہے کہ وہاں اس صنعت کو صرف مگس کاروں کے تفویض کیا گیا ہے اور اسٹاف بھی نہایت قابل فن دانوں پر مشتمل ہے اس لئے ہمیں اُمید ہے کہ یہ شعبہ وہاں بہت جلد ترقی کرے گا۔

صوبہ مدراس کے علاقہ ملیار۔ جنوبی کینرا۔ میسور۔ بنگلور اور کورگ وغیرہ اس صنعت مگس پروری کی ترویج میں خصوصیت سے مشہور ہیں اور ریاستِ کورگ نے تو مگس پروری کو انتہائی عروج پر پہونچا دیا ہے۔ بتلایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے صوبہ مدراس میں جدید طرز کا مگس گھر استعمال کیا گیا اور رفتہ رفتہ کل ہند میں یہی جدید طرز کے مگس گھر استعمال ہونے لگے ہیں۔ اس صوبہ میں اس فن سے متعلق ایک ماہوار رسالہ تلنگی زبان میں شایع کیا جا رہا ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں کے کئی کسان پیشہ دیہات کے باشند اپنے اپنے کھیتوں میں گھریلو صنعت کے طور پر مکھیوں کی پرورش کرتے ہیں۔

حیدرآباد دکن میں ۱۳۴۹ف میں اس صنعت کا آغاز سررشتہ جنگلات سرکار عالی کی جانب سے کیا گیا ہے اور ایک دفتر صدر مرکز مگس پروری کے نام سے عباس منزل کے قریب (....) میں قایم ہے۔ اس صنعت کی ترقی اور ترویج کی کوششیں جاری ہیں۔ لیکن ابھی یہ صنعت یہاں بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔

چند سوالات اور ان کے جوابات

مملکت آصفیہ کے اکثر باشندوں نے مختلف اوقات میں مجھ سے تحریری سوالات کئے ہیں اور کئی ایک نے شخصی طور پر گفتگو بھی کی تھی جن کے علٰحدہ جواب دیدیئے گئے ہیں۔ تاہم لطف وافادہ پہونچانے کی غرض سے اس کتابچہ میں چند اہم سوالات اور ان کے جوابات درج کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر (۱) مگس پروری کے فن کے حاصل کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے ؟

جواب۔ اس ضمن میں مختلف مکتب خیال کے لوگ مختلف قسم کی رائے رکھتے ہیں۔ لیکن میں پنڈت راجندر ناتھ منٹو کی رائے سے متفق ہوں۔ چنانچہ صاحب موصوف اپنے ایک پمفلٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ " اس فن کی متعدد کتابوں اور مختلف رسالوں کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کیا جائے اور مکھیوں کو عملی طور پر پرورش کرکے تجربہ حاصل کیا جائے۔ اگر غلطیوں سے مکھیوں کی نوآبادیاں تلف ہوجائیں یا کسی طرح کی خرابی واقع ہو تو اس غلطی کو خود سمجھنے کی کوشش کریں اس کے علاوہ کسی مگس کار سے بلحاظ ضرورت مشورہ بھی حاصل کرتے رہیں۔ لیکن سب سے پہلے کسی مگس کار سے عملی تعلیم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔

سوال نمبر (۲)۔ پالتو مکھیاں کہاں سے حاصل کیجاسکتی ہیں ؟

جواب۔ یوں تو تجارت پیشہ مگس کاروں یا سرکاری اداروں سے نوآبادیات حاصل کیجاسکتی ہیں۔ لیکن بہترین اور آسان ومنفعت بخش طریقہ یہہ ہے کہ مگس کار خود مقامی علاقوں میں گشت کرکے مکھیوں کی جنگلی نوآبادیاں تلاش کریں۔ ورنہ کاشت کاروں اور چرواہوں کو معمولی رقم دے کر ان کی منتقل نوآبادیوں کا پتہ چلایا

جا سکتا ہے۔ اس طرح مکھیوں کی تلاش کرکے مگس گھر میں منتقل کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر (۳) ۔ مکھیوں کی نوآبادیاں کہاں پائی جاتی ہیں اور جنگلی نوآبادیاں ملنے پر کس طرح منتقل کر سکتے ہیں اور منتقل کرنے کے ابتدائی اصول کیا ہیں؟

جواب ۔ جن وسیع علاقوں میں کاشت ہوتی ہے اور وہاں کئی پھول بن ہیں یا کسی ندی اور نالے کے کناروں پر گھنے درخت ہوتے ہیں تو عام طور پر پالتو اور غیر پالتو مکھیوں کی نوآبادیاں ایسے علاقوں میں بستی ہیں۔ غیر پالتو مکھیوں کے چھتے درختوں کی ٹہنیوں پر لٹکتے ہوئے پائے جاتے ہیں اور پالتو مکھیوں کی نوآبادیاں درختوں کی ٹہنیوں اور پیڑوں کے اندرونی حصہ میں رہتی ہیں۔ (دوسری تفصیلات باب دوم میں درج ہیں)

اگر ان کی جنگلی نوآبادیاں منتقل کرنا مقصود ہو تو موسمی حالات کے اعتبار سے صبح اور شام کے وقت منتقل کئے جائیں مگر منتقلی کے وقت جو ضروری اصول ہیں اختیار کئے جائیں مثلاً اس امر کی کوشش کی جائے کہ نوآبادی کی جملہ مکھیاں پکڑی جا سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ اُسی نوآبادی کی ملکہ کو نوآبادی سے علیحدہ نہ رہنے دیں ورنہ ان کو منتقل کر لینے کے بعد پرورش گاہ سے یہ مکھیاں "انتشاری پرواز" (swarming.) اختیار کرکے اپنے قدیم مقام پر چلی جائیں گی یا پرورش گاہ کی دوسری نوآبادیوں کے مگس گھر میں داخل ہونا شروع کر دیں گی۔ اس طرح پرورش گاہ کی جملہ مکھیوں کے لئے یہ آئی ہوئی مکھیاں ایک مستقل عذاب بنجاتی ہیں۔ اور اگر ہر دو صورتوں میں کوئی ایک صورت پیدا نہ ہوئی تو بھی بغیر ملکہ کے نوآبادی کے مرجانے کا بہت زیادہ امکان رہتا ہے۔ بہرحال ملکہ کو نوآبادی کے ساتھ ضرور پکڑ لیا جائے۔

سوال نمبر (۴) ۔ مکھیوں کی پرورش سے متعلق وہ کون سی کتابیں ہیں جن کی مدد سے ایک ناواقف شخص مگس پروری کی صحیح تعلیم حاصل کر سکتا ہے؟

جواب ۔ (1) British Bee-Kupers guide.

(2) Bee-Keeping. in south India.

(3) Practical Bee-Breeding..

(4) A.B.C + X.Y.Z. in Bee-Culture.

مندرجہ کتابوں کے مطالعہ سے اس فن کی کامل واقفیت ممکن ہے۔ لیکن مطالعہ صرف نظری معلومات کی حد تک فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے اس کو عمل یا تجربہ سے زیادہ تعلق نہیں ہے۔ البتہ کسی تجربہ کار قندان کے مشورے ہی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر (۵) ۔ مکھیوں کی پرورش کے آغاز کرنے کے لئے کون سا بہتر موسم ہوسکتا ہے؟

جواب ۔ یوں تو ہر موسم مکھیوں کی پرورش کا آغاز کرنے کے لئے بہتر ہے۔ لیکن بعض مگس کاروں کا خیال ہے کہ موسم سرما اس کام کے لئے بہت زیادہ موزوں ہے۔ اور بعض موسم گرما کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ ہر موسم میں اس کی ابتدا کی جاسکتی ہے البتہ موسم کے اعتبار سے ان کی نو آبادی میں مصنوعی اعتدالی کیفیات کا پیدا کرنا اہمیت رکھتا ہے۔

سوال نمبر (۶) ۔ مشغلہ کے طور پر مکھیوں کی پرورش کرنے کے لئے کتنی رقم درکار ہوگی اور کتنی نو آبادیاں آسانی سے پالی جا سکتی ہیں۔ نیز کس قدر اور کس طرح کا سامان مہیا کرنا چاہیئے؟

جواب ۔ اگر مکان سے کوئی چھوٹا سا باغ ملحق ہو اور مکان دو منزلہ رہے تو ایک سے لیکر پانچ سات کی تعداد میں مگس گھر رکھے جا سکتے ہیں۔ ایک مگس گھر کے اخراجات کے متعلق ذیل میں درج کیا گیا ہے۔

		روپیہ	آنہ	پائی
(۱) مگس گھر ۔ ایک عدد قیمتی	Bee-Hive	۸	—	۰
(۲) مگس روک جالی ۔ " "	Bee-Veil.	۱	۸	۰

(۳) دستانہ۔ ایک عدد قیمتی =	۵ — ۰ — ۰	Bee-Glove.
(۴) کھرچنی " " " =	۰ — ۸ — ۰	Hive-tool.
(۵) دہواں دان " " " =	۲ — ۸ — ۰	Smoker.
(۶) شہد کش (چھوٹا) " " " =	۲۰ — ۰ — ۰	Honey extractor (small)
(۷) مصنوعی موم تختی ایک پونڈ " " " =	۱ — ۸ — ۰	Artificial comb Foundation
(۸) مصنوعی غذا کے سالانہ اخراجات " " " =	۳ — ۰ — ۰	" " Feeding.
جملہ رقم	۴۲ — ۰ — ۰	

سوال نمبر (۷) شہد کی مکھیوں کی پرورش کون لوگ کر سکتے ہیں ؟

جواب ۔ ہر سمجھدار خواہ مرد ہو یا عورت جوان ہو یا بوڑھا مکھیوں کی پرورش کر سکتا ہے ۔ لیکن اُن لوگوں کو اس مشغلہ سے اجتناب ضروری ہے جن کو مکھیوں کے ڈنک مارنے سے بسور نکل آتے ہیں اور جسم سوجھ جاتا ہے ۔
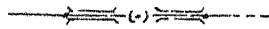
بابِ دوّم
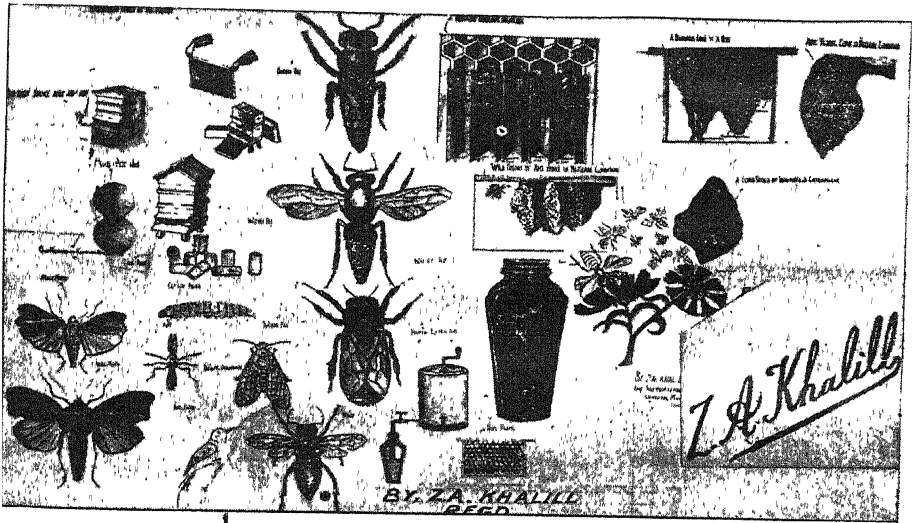
مندرجہ بالا نقشہ کی تشریح زیر تصنیف کتاب "مگس گھر کی کہانی مختلف ماہروں کی زبانی" میں درج کی جائے گی۔
خلیل

ملنے کا پتہ:- دفتر تصنیف و تالیف فن مگس پروری واقع سمت اول بیرون بلدہ حیدرآباد دکن بیرون دروازہ یاقوت پورہ محلہ کوٹلہ احسن اللہ خاں نمبر مکان ۲-۲-۷ (حیدری منزل)

ناشر- مہدی

باب دوم

ہندوستانی مگس کی قسمیں

ہندوستان کے تقریباً ہر حصہ میں چار اقسام کی مکھیاں پائی جاتی ہیں اور یہی چار اقسام حیدرآباد کے اضلاع بلدہ و اطراف بلدہ میں کثرت سے موجود ہیں جنکے نام ذیل میں درج ہیں:۔

(۱) پہاڑی مکھی یا بڑی مکھی۔ اس کا انگریزی نام (Apis Dorsata) ہے اور اسکو (Rock-Bee) بھی کہتے ہیں۔ (۲) جنگلی مکھی کا نام (Apis Indica) ہے (۳) جنگلی مکھی (Apis florea) کے نام سے موسوم ہے (۴) سب سے چھوٹی مکھی کو (Dammer-Bee) کہتے ہیں لیکن مگس کاروں کی اصطلاح میں (Apis Mellipona) کے نام سے مشہور ہے۔

مکھیوں کی عادات اور خصلتیں

پہاڑی مکھی پہاڑی مکھی (Apis Dosrata) بہ نسبت دوسری مکھیوں کے قد اور جسم میں سب سے بڑی مکھی ہے اسلئے اسکو بڑی مکھی کہتے ہیں۔ جسامت کا اعتبار کرتے یہ مکھی نہایت محنتی اور جفاکش ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسکی ایک نوآبادی سے ہر موسم پر تیس(۳۰) چالیس(۴۰) پونڈ کی مقدار میں شہد نکلتا ہے اسطرح سالانہ کم و بیش نوے پونڈ سے لیکر ایک سو بیس پونڈ تک شہد دستیاب ہوسکتا ہے

ان مکھیوں کو طبعاً کھلی ہوا روشنی اور جنگلوں کی تنہائی نہایت مرغوب ہے اسی لئے ان کی نوآبادیاں درختوں کی شاخوں۔ پہاڑوں کے دروں بلند چٹانوں اور سبزہ زار وادیوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں ان مکھیوں کے چھتے نصف دائرہ کی شکل کے ہوتے ہیں ایک نوآبادی کیلئے یہ مکھیاں ایک ہی چھتہ بناتی ہیں جسکی لنبائی سات فیٹ۔ چوڑائی چار فیٹ اور موٹائی ڈیڑھ انچ سے لیکر تین انچ تک ہوتی ہے۔

یہ مکھیاں بیحد غضبناک ہوتی ہیں ان کا زہر نہایت مہلک قسم کا زہر ہے۔ اگر کسی انسان کو بہ یک وقت پانچ سو اور کسی جانور کو دو تین ہزار کی تعداد میں ڈنک ماردیں تو اسکی ہلاکت لازمی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں۔ میں نے ایک رسالہ میں پڑھا بھی تھا کہ گڑھوال کے ایک علاقہ میں کسی درخت پر ان مکھیوں کا چھتہ (حیدرآباد کی عام بول چال میں نو آبادی کو چھتہ بھی کہتے ہیں اس لحاظ کرتے یہاں میں نے چھتہ Comb) لفظ کو مکھیوں کی نو آبادی کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور بعض دیہاتی لوگوں کے علاوہ پڑھے لکھے حضرات بھی لفظ "ٹیٹھا" استعمال کرتے ہیں لیکن حقیقت میں نو آبادی اور چھتہ دو علحدہ چیزیں ہیں) موجود تھا اتفاق سے کسی ہاتھی نے اس چھتہ پر اپنی سونڈ ڈالی ہاتھی کی اس بیجا مداخلت پر ہزاروں مکھیاں اس پر حملہ آور ہوئیں اور ڈنک مار مار کر اسکو مار گرا دیا۔

ان مکھیوں کی نو آبادیاں ممالک محروسہ سرکار عالی (حیدرآباد دکن) کے اضلاع۔ بلدہ اور اطراف بلدہ کی قدیم مسجدوں اور پرانے مندروں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں اس مکھی کا شہد عام طور پر یہاں کے دیہاتی حاصل کر کے اضلاع کے مقامی دوکانداروں کو فروخت کرتے ہیں۔ یہ شہد نہایت معمولی قیمت پر فروخت ہوتا ہے کیونکہ طبی خصوصیات کا لحاظ کرتے اس شہد کو کوئی اہمیت نہیں ہے۔

حیدرآباد کے اکثر اضلاع اور دیہاتوں میں میرا چشم دید واقعہ ہے کہ شہد نکالنے والے کسان یا کوئی (مزدور) جو بڑی محنت و جانفشانی سے اس مکھی کا شہد جمع کرتے ہیں مقامی دوکانداروں کو سیکڑوں من شہد اور موم غلہ و کرانہ کے معاوضہ میں حوالہ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس تجارت کو اگر ایک منظم طریقہ پر اختیار کیا جائے تو نہایت فائدہ بخش تجارت ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ شہد کی مانگ نہ صرف حیدرآباد ہی میں زیادہ ہے بلکہ ہندوستان میں بھی شہد بڑی مقدار میں استعمال ہوتا ہے۔

منجلی مکھی مندرجہ اقسام کی مکھیوں میں یہ دوسری نوع ہے جو انگریزی میں (Apis Indica) کہلاتی ہے۔ چونکہ یہ مکھی قد اور جسم میں پہاڑی مکھی سے نسبتاً چھوٹی ہوتی ہے اسلئے اس نوع کا نام منجلی مکھی رکھا گیا ہے۔ قد اور جسم کے اعتبار سے یہ مکھیاں کم شہد جمع کرتی ہیں۔ عام طور پر انکی ایک

نو آبادی سے سالانہ چار پونڈ کی مقدار میں شہد دستیاب ہوتا ہے۔ یہ مکھیاں فطرتاً اندھیرا مقام پسند کرتی ہیں اسلئے انکی نو آبادیاں عام طور پر دیہاتوں کی آبادیوں کے قریب کے درختوں کی ٹہنیوں اور پیڑوں کے کھوکھلے تنوں میں پائی جاتی ہیں ۔ انکے چھتے متوازی شکل کے بنتے ہیں۔ حیدرآباد کے ہر علاقہ میں یہ مکھیاں جنگلی حالت میں موجود ہیں لیکن ان کا شہد عام طور پر دستیاب نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ ان مکھیوں کی نو آبادیاں نمایاں طور پر نہیں پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں شہد نکالنے والے دیہاتی ان مکھیوں کے شہد کی زیادہ تلاش بھی نہیں کرتے ہیں (اس مکھی کے شہد کی تلاش نہ کرنے کے اسباب کے متعلق سنجلی مکھی کے باب میں درج کیا گیا ہے)

سنجلی مکھی | تیسری نوع مگس کا انگریزی نام (Apin florea) ہے یہ مکھی متذکرۂ بالا دو اقسام کی مکھیوں سے نسبتاً قد اور جسامت میں چھوٹی ہوتی ہے لیکن اسکی فطرت بڑی مکھی سے کسیقدر ملتی جلتی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نوع کی مکھیوں کے چھتے (نو آبادیاں) کھلی ہوا اور روشنی میں درختوں کی ٹہنیوں اور باغوں کے ایسے کنج میں پائے جاتے ہیں جہاں آدمیوں کی آمد و رفت عام طور پر بہت کم ہوتی ہے اسی وجہہ سے اس کا مزاج تنہائی پسند ہونیکا اندازہ لگایا گیا ہے

ان مکھیوں کی ایک نو آبادی ایک ہی چھتہ پر بسی ہے اور ہر ایک چھتہ نصف دائرہ کی شکل کا ہوتا ہے ان کے چھتوں کی حقیقی وسعت کا صحیح پتا نہیں بتلایا جاسکتا ہے کیونکہ بعض چھتے چھوٹے اور بعض چھتے بڑے ناپ کے ہوتے ہیں یہ مکھیاں ممالک محروسہ سرکار عالی میں کثرت سے موجود ہیں انکی ایک نو آبادی سے ہر موسم پر مشکل سے ایک سیر اور دو سیر کی مقدار میں شہد دستیاب ہوسکتا ہے اس مکھی کا شہد حیدرآباد میں چھوٹی مکھی کے شہد کے نام سے مشہور ہے اور عام طور پر یہی شہد اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔ (خواہ کسی موسم میں اس شہد کو حاصل کیا گیا ہو البتہ نیم کے درختوں پر جو چھتے پائے جاتے ہیں یہاں کے لوگ ان چھتوں کے شہد کو پسند کرتے ہیں) اور نہایت گراں قیمت پر فروخت ہوتا ہے میں نے دیکھا

ہے کہ ہمارے ملک کے اطبائے کرام بڑی احتیاط سے چھوٹی مکھی کا شہد خریدتے ہیں اور خاص طور پر دولتمند حضرات بڑی خواہش سے اس شہد کی فرمائش کرتے ہیں

بھنگہ مکھی | شہد کی مکھیوں کی اقسام میں یہ مکھی سب سے چھوٹی قسم کی مکھی ہے جس کا انگریزی نام (Dammar Bee) ہے اور اصطلاحی نام (Apis Mellipona) ہے یہ مکھیاں چونکہ بھنگوں کی شکل سے بہت مشابہ ہوتی ہیں اسلئے میرے صحافتی دوست مولوی واجد حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر (اناؤ) نے اس نوع کی مکھی کا نام بھنگہ مکھی رکھا ہے کیونکہ اسکی شکل ہی بھنگوں جیسی ہوتی ہے۔

یہ مکھی قد اور جسم کے اعتبار سے شہد بہت کم مقدار میں تیار کرتی ہے اسکی ایک نوآبادی سے ہر موسم میں بڑی مشکل سے ڈیڑھ تولہ کی مقدار میں شہد نکلتا ہے اور چھوٹی مکھی کا شہد دراصل اس مکھی کے شہد کو کہا جائے تو صحیح ہے کیونکہ یہی وہ شہد ہے جو اپنی طبی خصوصیات کی بنا پر اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور ادویہ میں اس کا استعمال بھی نہایت مناسب ہے۔

پالتو مکس کی قسمیں اور پرورش کے مختصر اصول

متذکرہ چار اقسام کی مکھیوں میں صرف منجلی مکھی یعنی (Apis Indica) اور بھنگہ مکھی یعنی (Apis Mellipona) کی پرورش کیجا سکتی ہے کیونکہ ہندوستان میں یہی دو ایسی قسمیں ہیں۔ جو فطری طور پر پالتو ہوتی ہیں اور ہندوستان کے ہر علاقہ میں ان ہی دو اقسام کی مکھیوں کی پرورش کی جارہی ہے البتہ (Indian Bee Journal) میں مسٹر آر سی تھامسن ماہر مگس (Bee Expert) کے ایک مضمون میں۔ میں نے پڑھا تھا کہ وہ پہاڑی مکھی کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں اسکے کچھ ہی دنوں کے بعد (Times of India) کی روزانہ اشاعت میں انکی تصویر بھی چھپی تھی جسکے ذریعہ یہ بتلایا گیا تھا کہ انہیں اس مکھی کو پرورش کرنے میں کامیابی ہوئی ہے بغرض کچھ بھی پہاڑی مکھی کو اگر انہوں نے پرورش کرنیکی کوشش کی ہے یا کر رہے ہیں تو اس سے ظاہر ہے کہ

یہ نوع ہندوستان میں غیر پالتو تھی اب پالتو بنائی جا رہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ پہاڑی مکھیاں اور
جنگلی مکھیاں قطعی طور پر پالتو نہیں ہیں۔ البتہ اس امر کی تحقیق کہ اس کو پالتو بنایا جائے بالکل ایک
علیحدہ چیز ہے۔

پالتو مکھیوں (جنگلی مکھی) کی نوآبادیاں منتقل کرتے وقت مختلف طرح کی حفاظت درکار ہوتی ہے مثلاً
موسم گرما میں ان مکھیوں کی نوآبادیاں صبح کے (½ ۵ سے ½ ۶) بجے کے اوقات میں منتقل کی جائیں اور موسم
سرما میں (۱۰ سے ۱۱) بجے تک صبح کا وقت موزوں ہو سکتا ہے لیکن میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ سرشام
جب سورج غروب ہو رہا ہو تو ان کی نوآبادیاں منتقل کرنا شروع کیا جائے۔ یہ وقت اسلئے زیادہ موزوں
اور مناسب ہے کہ "کارکن مگس" (Worker Bee) دن بھر کے بیرونی کاروبار ختم کر کے
اپنی اپنی نوآبادیوں میں چلی آتی ہیں اور آسانی سے تمام مکھیاں پکڑی جا سکتی ہیں ورنہ دن کے وقت زیادہ
روشنی میں ان کو منتقل کرتے وقت ان کے ڈنک مارنے کا امکان بھی زیادہ رہتا ہے اور دوسرے
یہ کہ کم تعداد میں مکھیاں دستیاب ہوتی ہیں۔ مکھیوں کو منتقل کر لینے کے بعد خود مکھیوں کے بنائے ہوئے
"قدرتی چھتے" (Natural comb) درخت سے نکال لئے جائیں تاکہ جدید طرز کے مگس گھر
(مگس گھر کی تفصیل آگے درج ہے) کے "مصنوعی خانوں" (Frames) میں چسپاں کئے جا سکیں
اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ مکھیوں کے قدرتی چھتے مصنوعی خانوں میں چسپاں
نہ کئے جائیں بلکہ موز کے چھلکوں سے باندھ کر یہ چھتے مگس گھر میں رکھے جائیں اور ضرورت کا لحاظ
کرتے مصنوعی مومی تختہ کی سہر براہی بھی کیجائے تو مناسب ہے ورنہ یہ منتقل کی ہوئی نوآبادی
کو رہنے کی سہولت نہ ہو تو "انتشاری پرواز" (Swarming) اختیار
کرینگی اور مگس کار کسی طرح بھی اس پرواز کرتے ہوئے جھنڈ پر قابو نہیں پا سکتے ہیں۔
دوسری ضرورتوں کا لحاظ کرتے مگس گھر کی مکھیوں کو مصنوعی غذا کھلائی جائے تاکہ بیرونی

[illegible] الہ ہو سکے اور انکی ضرورتیں بھی تکمیل پا سکیں اگر موسم اور ضرورت کے لحاظ سے
[illegible] سربراہی نہیں کی گئی تو یہ مکھیاں پرورش گاہ کے دوسرے مگس گھر میں داخل ہوکر چوری کرنا
شروع کردینگی اور رفتہ رفتہ دوسری پلی ہوئی نوآبادیوں میں نقصان پیدا ہونے لگے گا۔ اسلئے
مگس کاروں کو چاہیے کہ مگس گھر کے معاینہ سے متعلق ایک تختہ مرتب کریں جسمیں نوآبادی کی روزآنہ
حالت کا اندراج کیا جائے تاکہ مگس گھر کی کیفیت سے ہر وقت باخبر رہ سکیں تختہ معائنہ
[illegible] ذیل میں درج ہے

نمونہ تختہ معائنۂ مگس گھر

نمبر شمار	بابتہ ماہ و سنہ		
	سلسلہ	تاریخ من ابتدائے	لغایتہ
۱	مگس گھر کا نمبر		
۲	تاریخ معاینہ		
۳	خانوں کی تعداد		
۴	خانوں کی سربراہی کی تاریخ		
۵	طاقت		
۶	روزآنہ انڈونکی تعداد		
۷	ڈھنکے ہوئے بچے		
۸	بلا ڈھنکے ہوئے بچے		

نشان سلسلہ		بہ سلسلہ صفحہ ( )
٩	رس گُل	
١٠	زیرہ گُل	
١١	کچا شہد	
١٢	پکا ہوا شہد	
١٣	شہد کے خانے بلا ڈھکے ہوئے	
١٤	شہد کے خانے ڈھکے ہوئے	
١٥	بیماری	
١٦	دشمن	
١٧	قصر ملکہ	
١٨	غذا دینے کی تاریخ	
١٩	غذا کی مقدار	
٢٠	ترقی	
٢١	مکھیوں کی تعداد	
٢٢	کمزوری کے اسباب	
٢٣	کمزوری	

ضمیمہ تختہ معائنہ مگس گھر کے ساتھ ایک علیحدہ تختہ بطور ضمیمہ حسب ذیل نمونہ کا تیار کیا جائے تاکہ مگس گھر کی دوسری اہم تفصیلات سے بھی واقف رہ سکیں

نمونہ تختہ ضمیمہ معائنہ مگس گھر

نمبر سلسلہ	باہتہ ماہ وسنہ		
	سلسلہ	تاریخ من ابتدائے	لغایتہ
۱	مگس گھر کا نمبر		
۲	تاریخ معائنہ		
۳	کیا پایا گیا		
۴	کیا کیا گیا		
۵	کیوں کیا گیا		
۶	نتیجہ		
۷	کیفیت		

دوسری نوع کی مکھی یعنی بھنگہ مکھی کی پرورش نہایت آسان ہے انکی نو آبادیاں بلالحاظ موسم اور وقت منتقل کرسکتے ہیں البتہ اگر اندھیرے اوقات میں منتقل کریں تو مناسب ہے ان مکھیوں کو مٹی کے برتنوں (بدنے) میں پرورش کرسکتے ہیں اور اگر کسی طرح کی خرابی بھی واقع ہوتی ہے تو یہ آپ خود نپٹ لیتی ہیں اسلئے ان مکھیوں کی پرورش کرنیوالوں کو کسی قسم کی تکلیف اور مشقت اٹھانیکی ضرورت نہیں ہے (پالتو مکھیوں سے متعلق مزید تفصیل زیر تصنیف کتاب میں مفصل طور پر درج کیجارہی ہے

مگس کی جنس اور اسکی شناخت

ہر قسم کی مکھیوں کی نو آبادیوں میں دو جنس کی مکھیاں ہوتی ہیں لیکن مگس کا "ملکہ مگس"

گو باوجود مادہ ہونے کے اسکو ایک علیحدہ جنس تصور کرتے ہیں۔ ازمنہ قدیم میں جب لوگ
مکھیوں کے علم سے عام طور پر واقف نہیں تھے تو ملکہ کو "بادشاہ" کے نام سے پکارتے تھے مگر
جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ مکھیوں کی نوآبادی میں بادشاہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ملکہ ہوتی ہے
(اسکی دوسری تفصیلات مکھیوں کے مفوضہ کاموں کے سلسلہ میں واضح طور پر درج کیگئی ہیں)

ملکہ مگس کی شناخت | ہر نوع مگس کی نوآبادی میں ملکہ کے قد اور جسامت کا لحاظ کرتے ایک نظر
میں پہچانی جاسکتی ہے کیونکہ نوآبادی کی دوسری مکھیوں کے مقابلہ میں اس کا قد لمبا پر چھوٹے اور چمکدار
ہوتے ہیں نیچلا حصہ (Abdomen) سیاہ رنگ اور گاؤدم شکل کا ہوتا ہے یہ حصہ پروں
سے نسبتاً زیادہ چمکدار اور چکنا ہونیکے علاوہ کافی بڑا بھی ہوتا ہے اسکے نیچے کی طرف ایک بڑا ڈنک
اندر کیجانب کسیقدر مڑا ہوا رہتا ہے۔

نر مگس کی شناخت | نر مگس (Drone Bee) کا قد ملکہ سے کسیقدر چھوٹا ہوتا ہے
مگر اسکے پر ملکہ کے پروں سے کافی بڑے ہوتے ہیں اسکی پیشانی پر تین بڑی بڑی آنکھیں ہیں
اور سر کے ہر دو جانب مرکب آنکھیں ہوتی ہیں۔ نیچلا حصہ سیاہ رنگ اور بیضوی شکل کا ہوتا ہے
اسکے جسم میں ڈنک نہیں ہوتا ہے

مادہ مگس کی شناخت | "مادہ مگس" اپنی نوع کی نوآبادی میں سب سے چھوٹے قد اور چھوٹے
جسم کی مکھی ہوتی ہے اس کا رنگ بہ لحاظِ مقام (یعنی پہاڑی علاقہ کی مکھیاں یا میدانی علاقہ
کی مکھیاں) ہلکا سیاہی مائل اور ہلکا بھورا ہوتا ہے۔ جسم کے نیچلے حصہ میں گردن سے لیکر ڈنک
تک پیلے رنگ کی باریک باریک دھاریاں ہوتی ہیں اور نیچلے حصہ کے سرے پر باریک مگر نہایت
تیز ڈنک ہوتا ہے۔

جدول زندگی

	انڈے کی شکل کا زمانہ	معمولی کیڑے کی شکل کا زمانہ	بڑے کیڑے کی شکل کا زمانہ	آخر مدت پیدائش
ملکہ	(۳) دن تک	(۵½) دن تک	(۷½) دن تک	(۱۶) دن
مادہ	(۳) دن تک	(۶ سے ۷) دن تک	(۱۲ سے ۱۲½) دن تک	(۲۱) دن
نر	(۳) دن تک	(۶½) دن تک	(۱۴½) دن تک	(۲۴) دن

مندرجہ بالا جدول میں بتلایا گیا ہے کہ ملکہ مگس سولہ دن کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ مادہ مگس اور نر مگس بالترتیب اکیس اور چوبیس دن کے بعد پیدا ہوتے ہیں ایک صحت مند اور طاقتور ملکہ کم از کم تین سال تک اور زیادہ سے زیادہ پانچ سال تک زندہ رہ سکتی ہے لیکن نر مگس اور مادہ مگس کم و بیش دس ہفتوں کے بعد مر جاتے ہیں

مکھیوں کے مفوضہ کام

ملکہ | ہر نوع کی نوآبادی میں ملکہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ مکھیوں کی نسل کی افزائش اسکے انڈوں کی کمی اور زیادتی پر منحصر ہوتی ہے ایک صحت مند اور طاقتور ملکہ روزآنہ ایک ہزار سے لیکر پندرہ سو تک انڈے دیتی ہے ملکہ کو بجز انڈے دینے کے اپنے نوآبادی کے کسی دوسرے کام سے کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کو غذا کھلانیکا کام بھی دوسری مکھیاں انجام دیتی ہیں

مادہ | مادہ مگس کو کارکن مگس (WorKer Bee) بھی کہتے ہیں چنانچہ نوآبادی میں یہ مکھیاں اسم بامسمّی ہوتی ہیں اور یہی کارکن مکھیاں نوآبادی کے جملہ کام انجام دیتی ہیں

مثلاً مگس گھر کی صفائی "رس گل" (Nectar) اور زیرہ گل (Pollen) اکٹھا کر کے شہد تیار کرنا۔ موسم سرما میں چھتوں کو گرم رکھنا اور موسم گرما میں معتدل کیفیات پیدا کرنا چھتے بنانا غذا فراہم کرنا۔ حملہ آور دشمنوں سے نوآبادی کی حفاظت کرنا۔ بچوں کی نگہداشت سے لیکر ملکہ کو غذا کھلانا۔ غرض ایک نوآبادی کے جملہ ذمہ دارانہ کام ان ہی کارکن یعنی مادہ مگس کے تفویض ہوتے ہیں

ان مکھیوں میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر مکھی بغیر کسی حکم کے نوآبادی کے کام انجام دیتی ہے انکی نوآبادیوں میں اسکی تخصیص نہیں کہ کوئی خاص گروپ یا کوئی ایک مکھی کسی مخصوص کام کے انجام دینے کو متعین کیگئی ہے بلکہ جس مکھی نے جس کمی کو محسوس کیا اسکی تکمیل بجائے کسی دوسرے ساتھی پر چھوڑنے کے خود انجام دے لیتی ہے اسکو واضح طور پر یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ انکی نوآبادی پر حملہ آور دشمن کے مقابلہ کیلئے انکی کوئی فوج مدافعت کے لئے ہے اور نہ انہیں دشمن سے لڑنے کیلئے کسی کے حکم کی ضرورت ہے کیونکہ نوآبادی کی حفاظت کرنا ہر مکھی اپنا ذاتی فرض سمجھتی ہے اسلئے نہایت دلیری سے دشمن پر ٹوٹ پڑتی ہے اور نوآبادی کی دوسری مکھیاں بھی ایسے دشمن سے نبرد آزما ہوجاتی ہیں خواہ انکے اس عمل سے انکی جان ہی کیوں نہ چلی جائے مگر وہ اپنے فرض میں کسی قسم کی کوتاہی کرتی ہیں اور نہ کسی معاوضہ کی متمنی ہوتی ہیں غالباً ان ہی حالات و واقعات کو دیکھکر یورپ اور امریکہ کے مگس کاروں نے شہد کی مکھیوں کی زندگی کے متعلق لکھا ہے کہ "ان مکھیوں کی زندگی اشتراکی زندگی ہوتی ہے"

نر مگس کی شناخت کے سلسلہ میں بتلایا گیا ہے کہ اس کو انگریزی میں (Drone Bee) کہتے ہیں اور اردو اصطلاح میں "نکھٹو" کہلاتا ہے اسکے حالات و واقعات کا لحاظ کرتے جس کسی نے نکھٹو کا خطاب دیا ہے بالکل درست ہے کیونکہ اسکو نوآبادی کے کسی کام سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا ہے تیار کیا ہوا شہد بیٹھا مفت کھاتا رہتا ہے البتہ "دوشیزہ ملکہ" (Virgin queen) کی جنسی ضرورت کو صرف ایک بار پورا کر پاتا ہے کہ اسکی زندگی بھی ختم ہوجاتی ہے

قدیم مگس پروری

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آج بھی قدیم رواجی اصولوں کے تحت مکھیوں کی پرورش کیجاتی ہے جنوبی ہند کے بعض علاقوں کے دیہاتوں میں بانس کی مخصوص "ٹوکریوں" (SKeps) میں پالتو مکھیوں کے جنگلی جھنڈ دیہاتی ترکیب سے منتقل کرتے ہیں اور بعض لوگ مکھیوں کے اڑنے کے زمانہ میں مٹی کے خالی برتن (دہانے) میں چھوٹے چھوٹے سوراخ اس انداز سے کیے بناتے ہیں جن میں پالتو مکھیاں آسانی سے آجا سکتی ہے باغوں کے درختوں یا دیہات کی پرانی عمارتوں کی ٹوٹی ہوئی چھتوں اور دیواروں کے اوپر رکھدیتے ہیں جب گذرتی ہوئی نوآبادیوں کے جھنڈ کو ٹھیرنے کا مقام ملجاتا ہے تو ان ہی برتنوں کو اپنا گھر بناکر بس جاتی ہیں اور چھتے بنانا شہد تیار کرنا شروع کر دیتی ہیں [یہ طریقہ ابھی (اور نہ آئندہ) حیدرآباد کے مگس کاروں کیلئے مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اس صنعت کا رواج عام طور پر ابھی نہیں پایا جاتا ہے اسلئے یہاں کے لوگ بھی ایسے موسموں سے واقف نہیں کہ کس موسم میں ان مکھیوں کے جنگلی جھنڈ نکلنا شروع کرتے ہیں اور اگر اس سے واقف بھی ہوجائیں تو قدیم رواج اختیار کرنا محض بیکار ہوگا کیونکہ ان اصولوں سے شہد حاصل کرنا کوئی فائدہ بخش چیز نہیں ہے]

چنانچہ اسطرح شہد پیدا کرنے کا جب موسم آجاتا ہے تو وہ لوگ مکھیوں کو دھواں دے کر اڑا دیتے ہیں اور انکے چھتوں کا شہد نچوڑ لیتے ہیں اس عمل سے انہیں شہد تو حاصل ہوجاتا ہے لیکن اتنی مقدار میں نہیں نکلتا جتنقدر کہ مکھیوں کو دھواں دیکر اڑانے سے قبل چھتوں میں موجود رہتا ہے کیونکہ انکی نوآبادی کو جب دھواں دیا جاتا ہے تو مکھیاں اڑنے سے پہلے چھتوں کا شہد پینا شروع کر دیتی ہیں اس طرح بڑی مقدار میں شہد چھتوں سے خالی ہوجاتا ہے اور بچا ہوا شہد نکالنے والے کو ملتا ہے

مکھیوں کو دھواں دیکر اڑانے کے بعد انکے چھتوں کو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے ملکر شہد لیا جاتا ہے۔ اس طریقہ سے شہد تو مل جاتا ہے لیکن اسمیں مکھیوں کے بچوں اور انڈوں کا رس شامل

ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے غلاظت اور کھٹاس پیدا ہوتی ہے اس لئے یہ شہد صحت کے لئے مفید ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔

جدید مگس پروری

مکھیوں کی نوآبادیاں حاصل کیجاکر جدید طرز کے مگس گھر میں پالی جاسکتی ہیں۔ مگس گھر یوں تو مختلف ناموں اور علحدہ علحدہ پیمانوں کے تیار ہوتے ہیں لیکن اسی پیمانہ کا مگس گھر استعمال کیا جائے جو پرورش گاہ مگس کے محل وقوع کی موزونیت کے مطابق مکھیوں کے رہنے میں سہولت پہونچا سکے

عام معلومات کی غرض سے مختلف پیمانوں کے مگس گھر انکے ناموں کے ساتھ نیچے لکھے جاتے ہیں اور آخر میں ایک خاص قسم کے مگس گھر کی تفصیل لکھی جاتی ہے جس کو میں نے حیدرآباد میں استعمال کیا ہے اور بڑی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے اس مگس گھر کا نام مرزا مگس گھر" (Mirza Hive) رکھا گیا ہے (مزید تفصیلات آئیندہ صفحات پر درج ہیں) ذیل میں جن مگس گھر کے نام اور پیمانے درج کئے گئے ہیں یہ تمام مگس گھر ان کے موجدوں کے ناموں سے موسوم ہیں اور آجکل یہی مگس گھر ہندوستان اور یورپ کے ہر گوشہ میں کثرت سے رائج ہیں

(۱) مگس گھر موسومہ نیوٹن جس کا پیمانہ = ۸ ۱/۴" × ۵ ۳/۴" ہے۔ Newton Hive

(۲) " " " برٹش اسٹانڈرڈ " " = ۱۴" × ۸ ۱/۲" ہے۔ B.S. Hive

(۳) " " " لانگس ٹراتھ " " ۱۷ ۵/۸" × ۹ ۱/۸" ہے۔ Langstroth

(۴) " " " جمبو " " ۱۷ ۵/۸" × ۱۰ ۱/۴" ہے۔ Jamboo

(۵) " " " مرزا مگس گھر " " ۱۲ ۴/۷" × ۹ ۱/۸" ہے۔ "Mirza Hive"

مگس گھر نمبر (۱) صوبہ مدراس میں پہلی مرتبہ استعمال کیا گیا ہے اور آج تک بھی جنوبی ہند میں لوگ اس مگس گھر کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور وہاں کے مختلف علاقوں میں اسی مگس گھر میں مکھیوں کی پرورش کیجاتی ہے اور ہر مگس گھر سے سالانہ کم و بیش چار پونڈ کی مقدار میں شہد نکلتا ہے۔

مگس گھر نمبر (۲) یعنی برٹش اسٹانڈرڈ اور دوسرا مگس گھر یعنی لانگس ٹراتھ عام طور پر شمالی ہندوستان کی پرورش گاہوں میں استعمال کیا جا رہا ہے چنانچہ صوبہ پنجاب میں وادی کولو اور سوری کے پہاڑی علاقوں میں اس مگس گھر سے تیس پونڈ کی مقدار میں شہد دستیاب ہونا بیان کیا جاتا ہے اسقدر زیادہ مقدار میں شہد کی پیداوار کے دو اسباب ہیں سب سے پہلا سبب تو پرورش گاہ کے محل وقوع کی موزونیت ہے اور دوسرا سبب وہاں کی تحقیق اور جستجو ہے۔

مگس گھر نمبر (۴) کی بابت مجھے افسوس ہے کہ کوئی معلومات حاصل نہیں ہیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ یہ مگس گھر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔

متذکرہ چار اقسام کے مگس گھر ہندوستان اور یورپ کی متعدد پرورش گاہوں میں استعمال کئے جا رہے ہیں چنانچہ میں نے مملکت آصفیہ میں جب پہلی مرتبہ مگس پروری کی ابتدا کی تو مجھکو مگس گھر موسومہ (New Town Hive) ہی سے سابقہ پڑا اور جب میں نے پرورش گاہ کے محل وقوع کے موزوں اور غیر موزوں ہونے کی تحقیق شروع کی تو اسوقت سوائے نیوٹن مگس گھر کے دوسرے پیمانوں کے مگس گھر کارآمد ثابت نہیں ہوئے اور رفتہ رفتہ نیوٹن مگس گھر میں نقص پایا جانے لگا جسکی بنا پر میں نے (۱۶ ۱/۲" × ۹ ۱/۵") پیمانہ کا مگس گھر بالکل جدید طرز کا ایجاد کیا ہے اور اسمیں مکھیوں کی پرورش شروع کی تھی جسمیں مجھکو سو فیصد کامیابی حاصل ہوئی ہے

یہ مگس گھر اپنی طرز کے اعتبار سے دنیا کے مختلف مگس گھر کے مقابلہ میں بالکل علیحدہ انداز پر بنایا گیا ہے کیونکہ حیدرآباد دکن کی آب و ہوا اور موسمی تغیرات کا لحاظ کرتے کبھی گرم کبھی سرد اور کبھی معتدل رہتی ہے لیکن موسم گرما میں خاص طور پر ماہ خورداد و تیر کی گرمی اور دھوپ نہایت سخت ہوتی ہے اسلیے ایسے موسم میں مگس گھر میں پلی ہوئی نوآبادی اگر کمزور ہو تو کسی طرز کے مگس گھر میں مکھیاں نہیں رہ سکتی ہیں یا تو وہ کمزور نوآبادی "انتشاری پرواز" کی شکل میں پرواز کر جائیگی یا "آخری پرواز" (Desertion flight) اختیار کرینگی آخری پرواز یعنی (Desertion Flight) یہ ایسے قسم کی پرواز ہے جب کہ مکھیاں یہ تہیہ کر لیں کہ وہ اپنے اس مقام پر دوبارہ واپس نہیں آئینگی تو چھتوں کا کل شہد پی جاتی ہیں اور انڈوں بچوں کو تلف کر دیتی ہیں اس سلسلہ کی مزید تفصیل زیر تصنیف کتاب میں مکمل طور پر درج کیگئی ہے] اور اگر سرد

پرواز اختیار نہ بھی کریں تو گرمی یا سردی کی زیادتی سے نو آبادی کی مکھیاں مر جاتی ہیں اس ضمن میں مگس کار عام طور پر مختلف حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہیں (جسکی تفصیل دوسری کتاب میں درج کیگئی ہے)
چنانچہ اس جدید طرز کے مگس گھر یعنی مزرا مگس گھر میں ان دیگر مشکلات کو مدنظر رکھکر اس انداز پر جس نے تیار کیا ہے کہ موسم گرما ر سرما اور بارش کے زمانہ میں جملہ بیرونی تغیرات اور مضر اثرات کا کوئی اثر کسی طرح بھی مکھیوں کو نقصان نہ پہونچا سکیں۔ البتہ ہر موسم میں ہر روز تپش پیما اور مرغ باد نما کا مطالعہ کرتے رہنا لازمی ہے تاکہ درجہ حرارت اور ہوا کے رخ کا لحاظ کرتے اس مگس گھر کو بیرونی تغیرات کے خراب حالات کو صرف بیرونی عمل کے ذریعہ مگس گھر کے اندر اعتدالی کیفیات کے پیدا کرنے میں مگس کار کو سہولت ہو سکے

ایک مگس گھر کی تفصیل

کسی طرز کے مگس گھر کا معاینہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل چیزیں ہر قسم کے مگس گھر میں لازم و ملزوم ہیں
(۱) مگس گھر کا چھت (Roof) (۲) ڈبہ (Super) لیکن ان ڈبوں کی دو اقسام ہیں ایک گہرے ناپ کا ڈبہ (Full Depth Super) یا "گہرا ڈبہ" دوسرا اوتھل ڈبہ یا "اوتھلا ڈبہ" جس کو انگریزی میں (Shallow Super) لکھتے ہیں ہر دو اقسام کے ڈبوں میں لکڑی ہی کے بنائے ہوئے مصنوعی خانے (Frames) ہوتے ہیں (۳) "بچوں کا ڈبہ" (Broodchamber) اس ڈبہ کا ناپ اوتھلے ڈبے کے ناپ کے برابر ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ بچوں کا ڈبہ صرف گہرا ڈبہ ہوتا ہے اور اس ڈبہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ لیکن اوتھلے ڈبے کو بچوں کے ڈبے کی حیثیت سے استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس ڈبہ میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی ہے جتنی کہ مکھیوں کے بچوں کو ضرورت ہے۔

(دوسری تفصیلات زیر تصنیف کتاب میں لکھی جا رہی ہیں)

شہد کے فائدے

ایک عرصہ سے شہد ہندوستان اور عرب میں مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور آجتک دنیا کے لوگ اس کو مختلف طریقوں سے استعمال کرتے ہیں ہندوؤں اور مسلمانوں کے طبقہ میں شہد تقریباً ایک مقدس چیز تسلیم کیا جاتا ہے چنانچہ اہل ہنود اپنی مذہبی مقدس پوجا اور ہاون کیلئے حتی المقدور نہایت اعلیٰ درجہ کا شہد مہیا کرتے ہیں اور مسلمانوں کی مقدس کتاب (قرآن شریف) میں "فِیْہِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ" کی آیۃ کریمہ بہت پہلے سے موجود ہے۔

ان متبرکات کے علاوہ اطبائے یونانی۔ ایلوپیتھک۔ ایورویدک خالص شہد ادویات میں کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور طب یونانی کی شاید ہی کوئی ایسی جوارش ہوگی جس میں شہد شامل نہیں کرتے ہیں لیکن مختلف تحقیقات میں مصنوعی شہد تیار کرنیکی کامیاب کوشش کی گئی ہے جس کی وجہ سے ہمیں خالص شہد کا دستیاب ہونا مشکل ہوگیا ہے۔ چنانچہ میں خود بھی مصنوعی شہد تیار کر سکتا ہوں مگر اس کے نتیجہ کو درج کرنا اسلئے مناسب نہیں ہے کہ جب خالص شہد تیار کرنا اسقدر دشوار نہیں جسقدر کہ مصنوعی شہد تیار کرنے میں مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں

اس کے علاوہ مصنوعی شہد کا استعمال شکر کے شربت کے استعمال کے برابر ہے جو کسی حیثیت سے صحت کے لیئے فائدہ مند نہیں ہو سکتا ہے۔ اسلئے خالص شہد صرف مکھیوں کی پرورش گاہوں یا ذاتی طور پر مکھیوں کی پرورش کر کے حاصل کر سکتے ہیں بلکہ میرا ذاتی خیال تو یہ ہے کہ پرورش گاہوں سے خریدا ہوا شہد اسقدر اطمینان بخش نہیں ہو سکتا جتنا کہ خود مکھیوں کی پرورش کر کے شہد حاصل کیا جا سکتا ہے۔